

”اوہ....!“ سر پتحمال چوک کر بولا۔ ”وہ....وہ....!“

”نمیک نمیک بتاؤ....؟“

”پادری جیر اللہ....!“

”اور تم یہ جانتے تھے کہ وہ حق چیز پادری جیر اللہ ہے۔“

سر پتحمال پھر چوک پڑا!... وہ حرمت زدہ نظروں سے فریدی کی طرف دیکھ رہا تھا۔

”تم یہ کیوں پوچھ رہے ہو؟“ سر پتحمال نے پوچھا۔

”میں تم سے سوالات کر رہا ہوں۔“ فریدی خشک لبجھ میں بولا۔ ”میرے سوال کا جواب دو۔“

”ہاں مجھے شبہ تھا کہ وہ جیر اللہ نہیں ہے۔“

”پھر تم اسے اپنے ساتھ لئے کیوں پھرتے رہے۔“

”محض یہ دیکھنے کے لئے کہ وہ دراصل کون ہے۔“

”اور اسی لئے تم اسے بھوی کے حوالے کر کے خود وہاں سے چل دیئے۔“

سر پتحمال پھر چوک پڑا!... وہ فریدی کو غور سے دیکھ رہا تھا۔

”تم سب کچھ جانتے ہو.... اوہ.... اوہ....!“ سر پتحمال انہ کر بے چینی سے ٹھپٹنے لگا۔

فریدی بغور اس کا جائزہ لیتا رہا۔

”ہاں میں اسے بھوی کے حوالے کر کے چلا گیا تھا۔“ سر پتحمال نے اچانک مز کر کہا۔ ”کوئی

میر اتعاقب کر رہا تھا۔“

”کون....؟“

”میں نہیں جانتا۔“ سر پتحمال نے کہا۔ ”ممکن ہے تم ہی رہے ہو۔“

”پادری جیر اللہ حقیقتاً کون ہے۔“

”میرا ایک دوست۔“ لیکن مجھے حرمت تھی کہ وہ یک بیک بیہاں کیسے بھتی کیا۔

”وہ کہاں رہتا ہے۔“

”سوئیز کے علاقے میں۔“

”اوہ تو اس کا تعلق بھی مصری سے ہے۔“ حمید بے ساختہ بولا۔

”علی فضیل کے لا کے محمد فضیل کو جانتے ہو۔“ فریدی نے پوچھا۔

"غلط بکواس.... علی فضیل کا کوئی بینا نہیں۔" سرپتحال جیج کر بولا۔

"مگر تم تو علی فضیل کو جانتے ہی نہیں تھے.... اب اس کے خاندان بھر سے واقف نظر آ رہے ہو۔"

"اوہ.... اوہ....!" سرپتحال بے بسی سے ایک صوف پر گر گیا.... لیکن تھوڑی ہی دری بعد پھر سنچل گیا۔

"میں کہتا ہوں.... تم لوگ یہاں سے نکل جاؤ۔" وہ جیج کر بولا۔

"لیکن یہ بات مت بھولو کر علی فضیل کی لڑکی ایک رومال کے لئے دلکشا میں قتل کر دی گئی۔" فریدی سرپتحال کو گھورتا ہوا بولا۔

"کر دی گئی ہو گی۔" سرپتحال لاپرواں سے بولا۔

"تو تم اُسے جانتے تھے۔"

"ہاں....!"

"تم نے پولیس کو اس کی اطلاع کیوں نہیں دی۔"

"میری مرضی....!"

"تم جانتے ہو کہ یہ جرم ہے۔"

"ہو گا....!"

"میں تمہیں شہے میں گرفتار کر سکتا ہوں۔"

"کون تم....?" سرپتحال حکارت آمیز لمحے میں بولا۔

"ہاں.... میں....!"

"میں ایک غیر ملکی ہوں.... تم براہ راست ایسا نہیں کر سکتے۔"

"لیکن میں براہ راست تمہاری بندیاں ضرور توزیکتا ہوں۔" فریدی نے سخیدگی سے کہا۔

"تم بر طانی کے ایک معزز اور خطاب یافتہ شہری کی توجیہ کر رہے ہو۔" سرپتحال جیج کر بولا۔ "تمہاری حکومت کو اس کے لئے جواب دہ ہونا پڑے گا۔"

"حکومت جواب دے لے گی.... تم بے فکر ہو۔"

"نکل جاؤ یہاں سے... نکلو۔" سرپتحا تجزی سے انٹھ کر دروازے کی طرف اشارہ کرتا ہوا بولا۔

## بُرے پھنسے

”بہت اچھا سر بتحال“ فریدی اٹھتا ہوا بولا۔ ”تمہیں بہت جلد بولنے پر مجبور ہونا پڑے گا۔“  
فریدی اور حمید سر بتحال کے بنگلے سے نکل آئے اگلی کار تیزی سے ایک طرف جا رہی تھی۔  
”آپ نے بہت بُرا کیا۔“ حمید نے کہا۔  
”کیوں....!“

”اگر آپ نے اُسے چھینا تو اس طرح چھوڑ کر نہ آنا چاہئے تھا۔“

”اس کے علاوہ اب کوئی اور چارہ نہیں رہ گیا۔“

”اگر وہ کہیں نکل بھاگا تو....!“ حمید نے کہا۔

”مطمئن رہو۔“ فریدی نے کہا۔ ”اس کے بنگلے کی گجرانی کی جا رہی ہے۔“

”اگر بھیں بدلت کر نکل گیا تو۔“

”سنو! سر بتحال ایک مشہور آدمی ہے وہ اس قسم کی حرکت کر کے بیخ نہیں سکتا۔ وہ ہمیں  
مطمئن کئے بغیر اس قسم کا اقدام ہرگز نہ کرے گا۔ اس نے مصر کے لئے وزیر اکی درخواست دی  
ہے۔ جو اسے میری مرضی کے بغیر نہ مل سکے گا۔“

”بہر حال آپ اس سے گفتگو کرنے کے بعد کس نتیجے پر پہنچے ہیں۔“

”وہ ایک اول درجے کا مکار ہے.... اس کی اس وقت کی اداکاری قابلِ داد و تحیٰ لیکن وہ میری  
آنکھوں میں دھوں نہیں جھوک کے سکتا؟“

”اُسے گرفتاری کیوں نہ کیا جائے۔“ حمید نے کہا۔

”خیالِ احتمانہ ہے.... تم اس کے خلاف شہوت نہیں پیش کر سکتے۔“

”آپ غالباً دہلوں سے انٹھ کر دوسرا کروں میں گئے تھے۔“ پھر حمید نے پوچھا۔

”ہاں لیکن کوئی کام کی یات نہیں معلوم ہوئی۔“

”آخر وہ قہقہہ کیجا تھا....؟“

”رہا ہو گا.... میں اُنکی انویات کی طرف دھیان نہیں دیتا۔“

”انویات!“ حمید حیرت کا ظہار کرتا ہوا بولا۔ ”ارے میں نے اُسے اپنے کافلوں سے سناتا۔“

”لیکن میرے کانوں سے نہیں سنا تھا۔“ فریدی خنک لبجے میں بولا۔

”یعنی...!“

”ارے بھائی رہا ہو گا کچھ...!“ فریدی نے کہا۔ ”لیکن وہ اس قابل نہیں کہ میں اُسے خاص

طور پر نوٹ کروں۔“

”اور سر پر تھمال کا وہ دیوانہ پن...!“

”ایک عمدہ حسم کی او اکاری...!“

”تو آپ ابھی تک اسی خیال میں ہیں کہ سر پر تھمال آپ کو غلط راستے پر لگانا چاہتا ہے۔“

”قطعی...!“

”لیکن آپ کا خیال غلط ہے۔“

”بہت اچھے۔“ فریدی مسکرا کر بولا۔ ”میں تمہارے اس جذبے کی قدر کرتا ہوں۔“

حید خاموش ہو گیا... وہ کچھ سوچ رہا تھا۔

”اب ہمیں کہاں جاتا ہے۔“ اس نے تھوڑی دیر بعد پوچھا۔

”کیپن ڈاکٹر کے یہاں۔“ فریدی نے کہا۔

”اوہ... وہاں تو ہمیں پہلے ہی جاتا چاہئے تھا۔“ حید نے کہا۔

”آج کل بونے ملکند ہو رہے ہو۔“ فریدی نے کہا۔ ”کیوں نہ ہو شہزاد کا معاملہ آپھا ہے ؟۔“

حید نے کوئی جواب نہ دیا۔

”اوہ...!“ فریدی چوک کر بولا۔ ”تو شاید یہ لوگ وہیں سے واپس آ رہے ہیں۔“

سانے پولیس کی لاری آرہی تھی۔ ڈرائیور کے قریب اگلی سیٹ پر انپکٹر جنڈ لیش بیٹھا تھا۔

فریدی نے کار کی رفتار کم کر دی تھی۔ پولیس کی لاری رک گئی۔

”لیا تم خاور کے یہاں سے آ رہے ہو۔“ فریدی نے جنڈ لیش سے پوچھا۔ جنڈ لیش لاری سے

ہر کمز قریب آگیا۔

”جی ہاں... لیکن کوئی اسی چیز نہیں مل سکی جو اس کے قتل پر روشنی ڈال سکتی۔“

”کار کے حادثے پر تو میں بھی روشنی ڈال سکتا ہوں۔“ فریدی مسکرا کر بولا۔ ”لیکن قتل پر

پوست مارٹم کی رپورٹ ہی روشنی ڈال سکے گی۔“

"آخر یہ آپ کا سپر نئڈنٹ کیوں آپ کے بیچھے پڑ گیا ہے۔" جگد لیش نے کہا۔  
 "سنو....! بعض کے سردیوں میں بھی پاکل ہو جاتے ہیں۔" فریدی مسکرا کر بولا۔ "اس  
 کے لئے ایک آنچ اور ہلکی سی چوت کی ضرورت ہے۔"

"خواہ مخواہ کو تو ای آکر وہ رپورٹ نہیں دیکھ رہا تھا جو کیپشن خاور نے آپ لوگوں کے خلاف  
 لکھوائی تھیں۔" جگد لیش نے کہا۔

"ہونہہ... دیکھنے دو بھائی... تھمارا کیا نقصان ہوتا ہے۔"

"میں نے پہلے تو صاف انکار کر دیا تھا مگر بیچ میں ہمارے اہل سپی صاحب آکو دے۔"

"خیر چھوڑو...!" فریدی نے کہا۔ "کیپشن خاور کے بیان کوں کوں ہے۔"

"کوئی نہیں ہم نے تالا توڑ کر جلاشی لی تھی۔"

"پھر... کیا دوسرا تالا بند کر آئے ہو۔"

"ہاں.... اب کسی مجرزیت کی موجودگی میں تالے کو سل کر لاوں گا۔"

"جلدی مت کرو... میں بھی ایک نظر دیکھنا چاہتا ہوں.... میرا خیال ہے کہ یہ قتل یا  
 حادث بھی اُسی روال دالے سلطے کی ایک کڑی ہے۔"

"اوہ...!" جگد لیش پوچک پڑا۔

جگد لیش نے تالے کی کنجی فریدی کے حوالے کر دی۔

"اگر تمہیں میرا اعتبار نہ ہو تو تم بھی ساتھ چلو۔" فریدی نے کہا۔

"کمال کیا آپ نے...!" جگد لیش نے کہا اور لاری کی طرف چلا گیا۔

فریدی نے کار اسٹارٹ کر دی۔.... تھوڑی دیر بعد وہ کیپشن خاور کے مکان کے سامنے پہنچ گئے۔ فریدی نے تالا کھولا اور دونوں مکان میں داخل ہو گئے۔

وہ متعدد کمروں میں گھومتے پھرے.... دفتارِ حمید ایک میز کی طرف جبھٹا۔.... دوسرے لئے  
 میں اس کے ہاتھ میں سفید رنگ کا ایک رومال بھی تھا.... اس نے اٹھا کر اُسے سونگھا اور اس کے  
 منہ سے چیخ نکل گئی۔ فریدی پوچک کر اُس کی طرف پلنٹا۔

"خدا کی قسم کی شہناز کا ہے۔" حمید چینا۔

فریدی اس کی طرف لپکا۔

”شہناز کا کیسے ہو سکتا ہے۔“

”یہ رومال میں نے اُسے دیا تھا۔ یہ دیکھنے اس کونے پر میرے دستخط... اور شہناز بھی خوشبو استعمال کرتی تھی۔“ حمید نے رومال کو سوچنے لگتے ہوئے کہا۔

”اوہ....!“

”اور یہ.... اور یہ....!“ حمید زمین کی طرف دیکھتا ہوا بولا۔ ”یہ چوڑیوں کے ٹکڑے.... بھی چوڑیاں شہناز پہنے ہوئے تھی.... مجھے اچھی طرح یاد ہے.... امرے وہ سینڈل.... خدا کی حرم یہ بھی شہناز کا ہے.... اور.... وہ....!“

”اب خاموش رہو۔“ فریدی اس کے قریب آکر آہستہ سے بولا۔ ”ربو اور ہے تمہارے جیب میں۔“

”نہیں.... کیوں....؟“ حمید چوپک کر بولا۔

”میرے پاس بھی نہیں ہے۔“ فریدی نے کہا۔ ”یہاں ان چیزوں کی موجودگی میں مجھے خطرہ محسوس ہوا ہے۔ یہ سب چیزیں یہاں پولیس کی واپسی کے بعد ڈالی گئی ہیں۔“

”یہ آپ کس طرح کہہ رہے ہیں۔“

”فریدی صاحب تھے کہہ رہے ہیں سرجنٹ حمید۔“ پیچھے سے کسی نے کہا۔ فریدی اور حمید چوپک کر پڑئے.... دروازے میں وہی آدمی کھڑا مسکرا رہا تھا جو فریدی کے تپہ نانے سے نکل بجا کا تھا.... اُس کے دونوں ہاتھوں میں پستول تھے اور ان کی نالیں فریدی اور حمید کی طرف تھیں اور وہ اس وقت نہایت فضیح اردو بول رہا تھا۔

”اس کا مطلب....!“ فریدی نے درشت لبھے میں پوچھا۔

”کچھ نہیں تمہاری عقل مندی اور ذہانت کو تھوڑا سا سمزہ چکھاؤں گا۔“

”خیر.... خیر....!“ فریدی مسکرا کر بولا۔ ”تم نے اپنانام شاید محمد فضیل بتایا تھا.... اور تم اپنی بہن کے قاتل ہو۔“

”فضول بکواس مت کرو۔“

”اور تم میرے والد کے دوست علی فضیل کے لڑکے ہو۔“

”ہاں ہاں نہیں ہے اس طرح تم میرے بھائی ہوئے۔“ اُس نے کہا۔ ”اپنے منہ پھیر کر

کھڑے ہو جاؤ ورنہ گولی مار دوں گا اور لوگ بھی تم شہزاد کو عاتب کر کے اور خاوند کو جان سے مار کر کہیں فرار ہو گئے۔“

”جلدی کرو.... میرے پاس وقت نہیں۔“

حید اور فریدی نے اپنے منہ پھیر لئے۔

”اب آگے بڑھو.... اگر پلٹ کر دیکھا تو یہیں ڈھیر کر دوں گا۔“

فریدی اور حید چلنے لگے انہیں متعدد کروں سے گذرنا پڑا۔ ”دیکھا تم نے۔“ فریدی حید سے بلند آواز میں بولا۔ ”میں راستے بھر چوڑیوں کے نکلے ملے ہیں.... اور ان کا سلسلہ یقیناً کسی تہہ خانے کے قریب گیا ہو گا۔“

فضیل نے قہقهہ لگایا۔

”بھر حال میں نے جو جال بچایا تھا اس میں کامیاب ہو گیا.... تمہیں کسی قسم کی تکلیف نہ ہونے پائے۔ میں تمہیں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ میں بھی تمہیں ایک تہہ خانے میں مہمان رکھ سکتا ہوں لیکن تم اس میں سے نکل نہ سکو گے۔“

”بھلا میں کسی بدر دوح کا مقابلہ کیسے کر سکتا ہوں.... میں اپنے ساتھ نائم بم تو لے کر چلا نہیں....!“ فریدی نے ہنس کر کہا۔

”آدمی دلیر ہو.... لیکن اتنے دلیر بھی نہیں کہ مصر کے قدیم رازوں کو دریافت کر سکو۔“

فضیل بولا۔ ”جلدی چلو.... میرے ساتھ کسی قسم کی مکاری کر کے کامیاب نہیں ہو سکتے۔“

”اے میرے والد کے دوست کے بیٹے تم اتنی بے مردوتی سے کیوں پیش آ رہے ہو۔“

فریدی مژ کر بولا.... اور فضیل نے فائز کر دیا۔ اگر فریدی پہنچنے جاتا تو سراڑی گیا ہوتا۔

”اٹھو....!“ فضیل گرج کر بولا۔ ”میں اب زیادہ خون نہیں کرنا چاہتا.... میرا کوئا قریب

قریب پورا ہو چکا ہے۔“

فریدی کھڑا ہو گیا۔

”اپنا منہ دروازے کی طرف پھیر لو۔“ فضیل نے کہا۔

فریدی پھر دروازے کی طرف مڑ گیا۔

”لیکن اگر مجبور کرو گے تو تمہیں جہنم تک کیپٹن خاور کا تعاقب کرنا پڑے گا۔“ فضیل نے کہا۔

"میرا ملکہ مجھے اس کی اجازت نہ دے گا۔" فریدی نہیں کر بولا۔

"لیکن ہم تمہیں جہنم تک ضرور پہنچادیں گے۔" حمید نے کہا۔

"شش شش تم مت بولو۔" فریدی نے کہا۔ "بزرگوں کا ادب کرنا یکسو... فضیل عمر میں

تم سے بڑا معلوم ہوتا ہے۔"

"اچھا بکواس بند...." فضیل غصے میں چینا۔ "اب رک جاؤ... اس قالین کو والٹو...!"

وہ لوگ ایک ایسے کمرے میں پہنچے جہاں فرنچری نہیں تھا۔ فرش پر ایک خوبصورت قالین بچھا ہوا تھا اور چاروں طرف بڑے بڑے سکنے رکھے ہوئے تھے۔

فریدی قالین اتنے کے لئے جھکا۔ اور قالین کا کنارا دو توں ہاتھوں میں مضبوط پکڑ کر سیدھا کھڑا ہو گیا۔

"آگے کی طرف الٹ دو...!" فضیل تحکمانہ لپجھے میں بولا۔

فریدی نے ایک بار قالین کو پوری قوت سے تو لا اور اپنے سر پر سے اچھاں کر بچھے کی طرف پھیک دیا۔

فضیل اس سے بے خبر تھا۔ پوری قالین اس پر آرہی اور خود فریدی اور حمید بھی اس کی پیٹ سے محفوظ نہ رہ سکے۔ وہ تمیں زمین پر گر گئے تھے اور فریدی قالین کے نیچے فضیل سے گنجھا ہوا تھا۔ پستول پہلے ہی فضیل کے ہاتھوں سے نکل گئے تھے۔

"حمد پستول...!" فریدی چینا۔ "پستول جلاش کرو۔"

"ویکھو...! میں اب تمہیں زندہ نہ چھوڑوں گا۔" فضیل ہانپتا ہوا بولا۔ اس نے فریدی کے ہاتھوں میں کئی جگہ دانت کائی تھے۔

وھنخا پستول چلنے کی آواز آئی اور حمید جی ڈال۔ فریدی کی گرفت ڈھلی ہو گئی اور فضیل ایک ہی جھنکے میں فریدی کے گلخنے سے آزاد ہو گیا۔... وہ بڑی پھرتی سے قالین کے نیچے سے نکلا اور دوسرے ہی لمحے میں کمرے کے باہر تھا۔... فریدی نے قالین الٹ دی ایک پستول اس کے ہاتھ میں تھا۔... وہ بھی باہر کی طرف چھٹا۔... حمید بھی انھا۔... وہ گھبرائی ہوئی نظروں سے چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔... اس نے فرش پر پڑا ہوا دوسرا پستول انھالیا اور اسے تھر بھری نظروں سے گھومنے لگا۔

”مکوئی تو نہیں لگی۔“ فریدی نے کمرے میں داخل ہو کر کہا۔ ”وہ نکل گیا۔“

”میں کیا بتاؤں.... مگر میں نے غلطی کی.... میں قالین کے نیچے پستول ڈھونڈنے لگا.... اور وہ سمجھت میرا تھوڑے ہی بجل گیا....!“

”اوہ تو یہ کہو.... حق کہیں کے اگر اس کا رخ تمہاری یا میری طرف ہوتا تو ہم لوگ کہاں ہوتے؟“

”اب کیا کیا جائے....!“ حمید بے بی سے بولا۔

”کچھ پروادہ نہیں.... کب تک نیچے گا....“ فریدی نے کہا۔ ”یہاں سے جلدی نکل چلو.... یہ مکان خطرناک معلوم ہوتا ہے۔“

دونوں صدر دروازے کی طرف بڑھنے لگے۔

”یوں نہیں....!“ فریدی بولا۔ ”ہم دونوں اپنی پیٹھ ملا کر چلیں۔“

”وہ کیوں....؟“

”اگر پیچھے سے کسی نے حملہ کیا تو....؟“ فریدی نے کہا۔

”مگر میں انثانے چل پاؤں گا۔“ حمید بے بی سے بولا۔

”تم سے کون کہتا ہے۔“ فریدی بولا۔ ”میں انثانچلوں گا۔“

دونوں پشت ملا کر چلنے لگے۔ حمید کو بھی آگئی۔ وہ سیدھا چل رہا تھا۔ اور فریدی اس سے پیٹھ ملائے ہوئے انثان چل رہا تھا۔ دونوں آہستہ صدر دروازے کی طرف بڑھ رہے تھے۔

”نہ سو نہیں پیدا ہے۔“ فریدی بولا۔ ”زندگی میں بعض مواقع ایسے بھی آتے ہیں جب اس سے بھی زیادہ متعلقہ خیز بنتا پڑتا ہے۔“

”دونوں اپنے دائیں بائیں نظریں ڈالتے ہوئے آہستہ آہستہ بڑھ رہے تھے۔“

”تم بہت جلدی کر رہے ہو۔“ فریدی بولا۔ ”کیا مجھے گرانے کا رادا ہے۔“

حمید نے رفتار دھیکی کر دی۔

”ڈر و نہیں.... اس طرح ہم محفوظ ہیں۔“ فریدی نے کہا۔

لیکن وہ دونوں چھت کی طرف سے بے خبر تھے.... دھلان چھت کا ایک روشن داں کھلا اور

ایک بڑا سا جال فریدی اور حمید پر آگا.... قبل اس کے کہ وہ سنبھلتے جال کے سرے پر لگی ہوئی

رسی سمجھنے لی گئی..... دونوں پہنچ کر رہ گئے۔

"خبردار فائزہ مت کرتا۔" اوپر سے آواز آئی۔ "یہ کمرہ سرک کے قریب ہے..... فائزہ کی آواز سن کر رہا گیر اکٹھا ہو جائیں گے۔ لیکن ان کے بیہاں تک پہنچنے پہنچنے تم دونوں ختم کر دیئے جاؤ گے۔"

"ٹھہر و.....!" فریدی نے کہا۔ "تم آخر چاہئے کیا ہو۔"

"اپنے پستول جال سے نکال کر دور پھینک دو۔" اوپر سے آواز آئی۔

"ارے میرے والد کے دوست کے بیٹے تو واقعی بڑا تم ظریف ہے۔" فریدی پس کر بولا۔

"مکبت...." اوپر سے آواز آئی۔ "پستول پھینکتے ہو یا میں اپنا کام کر کے چلتا ہوں۔"

"لے بھی تو بھی کیا یاد کرے گا۔" فریدی نے دونوں پستول اوپر پھینک دیئے۔

"نمیک.... اب خاموشی سے پڑے رہو..... میں ابھی آیا۔" اوپر سے آواز آئی۔

چند لمحوں کے بعد فضیل کرے میں داخل ہوا اور اس نے پستول اٹھائے۔

"ارے میرے والد کے دوست کے .....!"

"خاموش رہو.....!" فضیل غرا کر بولا۔

"تم اردو بہت اچھی بول لیتے ہو۔" فریدی نے کہا۔

"میں دس زبانوں کا ماہر ہوں۔" فضیل مسکرا کر بولا۔

"لیکن سر بیھاں اردو نہیں جانتا۔" فریدی نے کہا۔

"اوہ سر بیھاں۔" فضیل نفرت سے ہونٹ سکوڑ کر محتی خیر انداز میں بولا۔ "میں اسے

عقلریب اردو سمجھاؤں گا۔"

"اچھا اب ایک لفڑی بھی منہ سے نہ لٹکے..... ورنہ.....!"

"ہمیں قتل کر دو گے۔" فریدی مسکرا کر بولا۔

فضیل نے جال کی رسی کو پکڑ کر جھکایا اور دونوں زمین پر گر پڑے۔ ... فضیل جال کو

پہنچنے ہوئے لے چلا۔

فریدی زخمی شیر کی طرح بیچ و تاب کھارہاتا۔

"خدا کی حرم اسکی ذلت کبھی نہیں ہوئی۔" وہ ہانپا ہوا آہستہ سے بولا۔

فضل جال کو سمجھتا ہوا اس کرے میں لے آیا جہاں قالمین الٹی گئی تھی۔

"اب تم تمہرے خانے میں جا رہے ہو۔" فضل بولا۔ "یہ چیز مجھ پر تمہاری طرف سے ادھار تھی... لیکن گھبرا دئیں تم نے مجھ سے کوئی بُرا سلوک نہیں کیا تھا۔ یہاں تمہیں کوئی تکلیف نہ ہو گی۔"

اس نے تمہرے خانے کا ذکر انھیا اور جال کو سمجھ کر نیچے دھکیل دیا۔ فریدی اور حمید جال میں اٹھنے ہوئے سیر ہیوں سے لڑکتے ہوئے فرش پر آگئے... اور پڑھکن بند کر دیا گیا۔ تمہرے خانے میں بالکل اندھیرا تھا۔ چند لمحوں کے بعد جب ان کی آنکھیں اندھیرے کی عادی ہو گئیں تو انہیں دو شکلیں دکھاتی دیں۔

"شہناز...!" حمید چھپا۔

"مقصود تم بھی آپھنے۔" فریدی نے کہا۔ "کھڑے دیکھتے کیا ہو اس جال کا منہ کھولو۔"

"اُرے اسکے صاحب آپ۔" مقصود تجیر آمیز لمحے میں چیخ کر آگے بڑھ دوسرے لمحے میں فریدی اور حمید جال کے باہر تھے۔

"اس گدھے کی بدولت مجھے یہ دن دیکھنا پڑا۔" فریدی نے حمید کی طرف اشارہ کر کے شہناز سے کہا۔

"اب کیا کروں... وہ کمجنگت چل ہی گیا۔" حمید جھلا کر بولا۔

"خیر خیر بکوئی نہیں۔" فریدی نے کہا اور مقصود کی طرف خاطب ہو کر بولا۔ "تم یہاں کیسے پہنچے۔"

"میں آپ کے حکم کے مطابق شہناز صاحب کے مکان کی گھر انی کر رہا تھا کل شام کیٹپن خاور انہیں اپنے ساتھ کلب لے گیا۔... میں ان کے پیچھے لگا ہوا تھا۔... پھر وہ انہیں یہاں اپنے گھر لا لیا۔ میں پلاٹ کر آپ کو فون کرنے ہی والا تھا کہ کسی نے پیچھے سے میرے سر پر کوئی وزنی چیز ماری میں بیہوش ہو گیا۔... اور پھر جب آنکھ کھلی تو میں شہناز صاحب سمت اس تمہرے خانے میں تھا۔"

"تم اُس کے ساتھ کلب کیوں گئیں تھیں۔" حمید شہناز کی طرف مُرکِ تیز لمحے میں بولا۔

"اچھا بس بس فضول بکواس نہیں۔" فریدی حمید کو گھور کر بولا۔

"مجھے دھوکا دیا گیا تھا۔" شہناز بولی۔

"مجھے یقین ہے۔" فریدی نے کہا۔ "میں نے پہلے ہی اس کی پیشیں گوئی کر دی تھی اور اسی

لئے تمہاری حفاظت کے لئے مقصود کو بھیجا گیا تھا۔“

”لیکن تمہیں دھوکا کیسے دیا گیا۔“ حمید نے پوچھا۔

”تم پھر بولے۔“ فریدی نے کہا اور شہناز سے بولا۔ ”تم نے کیچھ خاور کے لئے کچھ ایصال ثواب بھی کیا یا نہیں۔“

”میں آپ کا مطلب نہیں سمجھی۔“

”وہ بیچارا چھپلی رات شیطان کو بیمار ہو گیا۔“

”اوہ..... کیسے....!“

”مکار اٹ گئی..... کپٹی میں گولی لگ گئی۔“

”ارے....!“ مقصود اچھل کر بولا۔

”اس نے مجھ سے کہا تھا کہ فریدی صاحب تمہیں کلب میں بلا رہے ہیں..... میں اس کے ساتھ کلب گئی..... وہاں ایک ہیرے نے اسے ایک چٹ دی..... وہ آپ کی طرف سے تھی۔

”اس میں آپ نے لکھا تھا کہ میں تمہارے گھر جا رہا ہوں تم شہناز کو لے کر وہاں آؤ۔“

”اوہ.....!“ فریدی جیب سے سگار نکال کر سلاکتا ہوا بولا۔ ”بہر حال وہ اپنی سزا کو چھپ گیا۔

”میں نے تمہیں ہرگز نہیں بلایا تھا۔“

”لیکن کیا ہم اب یہاں چوہوں کی طرح بند رہیں گے۔“ حمید نے کہا۔

”آدمیوں کی طرح۔“ فریدی نے منہ اور ناک سے دھوئیں کے گنجان لہریے نکالتے ہوئے کہا

”اب آپ کس کے قتل کی پیشین گولی کرتے ہیں۔“ حمید نے طریقہ انداز میں کہا۔

”جباد کے....!“ فریدی نے کہا اور سگار کا کونا چجانے لگا۔ وہ کسی گھری سوچ میں ڈوبا ہوا

تھا..... ماتھے پر ٹکنیں تھیں اور آنکھیں ادھ کھلی..... ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اسے نیزد آرہی ہو۔

”آپ تو اتنے اطمینان سے بیٹھے ہیں جیسے اپنا ہی گھر ہو۔“ حمید نے کہا۔

”ہوں.....!“ فریدی چوک کر بولا۔ ”میں نے سنائیں۔“

”میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ آخر کب تک یہاں بند پڑے رہیں گے۔“

”ابھی دیر ہی کتنی ہوئی ہے۔“ فریدی نے لاپرواں سے کہا اور بجھا ہوا سگار ایک کونے میں

چھینک کر ٹھیلنے لگا۔

پھر وہ تبہ خانوں کے زینوں پر چڑھا اور تھوڑی دیر بعد پھر دیکھ دیا جائی۔

"میرا خیال ہے کہ تختہ کیلوں سے جلدیا گیا ہے۔" فریدی نے کہا۔

"یہ تو بہت نہ اہوا۔" حمید بے بسی سے بولا۔

"بلکہ بہت نہ سے بھی نہ اہوا۔" فریدی نے دامنے شانے کو جنبش دے کر کہا۔

"اب کیا ہو گا؟" حمید بے تابی سے بولا۔

"ہو گا یہ کہ تم تھوڑی دیر بعد فضیل کو بوڑھی کی طرح لکھا لکھا کر کو سن اشروع کر دو گے۔"

## سر بنتھال کی لاش

فریدی پر خاموشی کا دورہ پڑ گیا۔ شہناز حمید اور مقصود سرگوشیاں کرتے رہے۔ فریدی بھی انھیں کر شیئے لگتا اور کبھی بینٹھ جاتا۔ اس نے کئی بار تبہ خانے کا ڈھکن ہٹانے کی کوشش کی مگر ناکام رہا۔

"آخر اس نے ہمیں کیوں اس چوہے داں میں بند کر دیا ہے۔" حمید نے پوچھا۔

"تاکہ من مانی حرکتیں کر سکے۔" فریدی نے کہا۔ "ہمارے خلاف کیپشن خاور کی روپورٹ کو

نقویت دینے کے لئے ہمارے اس طرح غالب ہو جانے پر آفیسروں کا شبہ بھی یقین میں بدل جائے گا اور وہ کیپشن خاور کے صحیح قائل کا ویچھا چھوڑ کر ہماری تلاش شروع کر دیں گے۔"

"کیا کیپشن خاور کی کوئی روپورٹ آپ کے خلاف ہے۔" شہناز نے پوچھا۔

"ہاں اس کا تعلق تمہاری ذات سے ہے۔ اس نے یہ روپورٹ کی تھی کہ تم اس کی خالہ زادہ بیوی اور مختیر ہو اور ہم لوگ تمہیں پریشان کرتے ہیں۔" فریدی نے کہا۔

"آف میرے خدا اس کرنے نے میری ہدا نجگی میں کیا کیا کر دیا۔" شہناز ذات پیس کر بولی۔

"تم آخر اس کے ساتھ رہتی ہی کیوں تھیں۔" حمید جھلا کر بولا۔

"پھر تم نے کوئاں کی۔" فریدی نے حمید کو گھور کر دیکھا۔

"بھاگ میں کیا کر سکتی تھی۔"

"نہیں ہے۔" فریدی ہاتھ اٹھا کر بولا۔

پھر خاموشی چھا گئی....

فریدی انٹھ کر زینوں کی طرف چلا گیا۔ اس کا خیال تھا کہ ایک بار پولیس اس کی ٹلاش میں بھی دہاں ضرور آئے گی۔ وہ اپر کے آخری زینے پر بیٹھ گیا۔۔۔ گھری نے چھ بجائے اور وہ مایوس ہو کر لوٹ آیا۔۔۔ تہہ خانے میں بالکل اندر ہیرا چھا گیا۔ فریدی نے دیا سلامی جلاائی۔ طاق پر ایک موم ٹھی رکھی تھی اس نے اسے روشن کر دیا۔

”رات بھی ہو گئی۔“ حمید مایوس سے بولا۔

”اور صبح بھی ہو جائے گی۔“ فریدی مسکرا کر بولا۔

”آپ کو تو ہر وقت مذاق سو جھتا ہے۔“

”اب یہاں اس حالت میں مذاق کے علاوہ اور چارہ تھی کیا رہ جاتا ہے۔“ فریدی نے کہا۔

”تو آپ کو کوئی پریشانی نہیں۔“ شہزاد نے پوچھا۔

”پریشانی کس بات کی۔“ فریدی نے کہا۔ ”یہاں فرش پر سونے میں تھوڑی سی تکلیف ضرور ہوگی۔۔۔ اور شاید حمید کو بھوک بھی ستائے۔“

”ہم نے کل رات سے کھانا نہیں کھایا ہے۔۔۔!“ متصود بولا۔

”یہ چیز تکلیف دہ ہے۔“ فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا۔ کسی نہ کسی وقت پولیس یہاں ضرور آئے گی۔

”تہہ خانے میں۔۔۔!“ حمید نے چوک کر پوچھا۔

”خبر و مجھے کچھ آہت معلوم ہو رہی ہے۔“ فریدی نے ہاتھ اٹھا کر انہیں چپ رہنے کا اشارہ کیا۔ پھر وہ انٹھ کر آہتہ تہہ خانے کے زینوں پر چڑھنے لگا۔

اوپر کرے میں کئی قدموں کی آہت معلوم ہو رہی تھی۔ حمید بھی فریدی کے چیچے چیچے چلا آیا تھا۔

”کون ہو سکتا ہے۔“ حمید نے آہتہ سے پوچھا۔

”کوئی بھی ہو۔“ فریدی نے کہا۔ ”میں یہ ڈھکن پیٹھے جا رہا ہوں اگر پولیس ہوگی تو ضرور اس طرف متوجہ ہو جائے گی اور اگر مجرم ہوئے تو خیر۔۔۔!“

فریدی نے تہہ خانے کے ڈھکن کو دونوں ہاتھوں سے پیٹھا شروع کر دیا۔ قدموں کی آہت رک گئی۔۔۔ وہ بدستور اس تختے کو پینٹا رہا۔۔۔ تھوڑی دیر کے بعد اسے ایسا معلوم ہوا جیسے اپر سے بھی کوئی اسے پیٹھ رہا ہو۔

"شاید مجرموں نے اس تختے میں کہیں جزوی تھیں پولیس جنہیں اکھاڑ رہی ہے یا پھر مجرم کہیں جو نامہول گئے تھے۔ اب جو رہے ہیں۔ بہر حال جو کچھ بھی ہو ہمیں کسی خاص بات کے لئے منتظر رہتا چاہئے۔" فریدی نے کہا۔

وہ دو توں نیچے اتر آئے۔ بدستور ہقصوڑے چل رہے تھے اور پھر چڑچڑاہٹ کی آواز آئی جیہد اچھل پڑا۔ زینوں پر کسی قدموں کی آہٹ سنائی دی اور ان پکڑ جلدیں کاچھہ دکھائی دیا۔

"اوہ میرے باپ۔" جلدیں چیخ کر بولا۔ "یہاں تو جانی پہچانی صورتیں نظر آرہی ہیں۔" فریدی کی آہت سے انھوں نے اٹھ کر آگے بڑھا۔

"ارے آپ بھی ہیں۔" جلدیں آنکھیں چھاڑ کر بولا۔

"جی....!" فریدی نے ہونٹ بھیجن کر کہا اور جلدیں کو اس طرح گھورنے لگا جیسے اچانک حملہ کر بیٹھے گا۔ جلدیں لاکھڑا کر بیٹھے ہٹ گیا۔

"تم نے پہلی بار کس طرح علاشی لی تھی۔" فریدی نے اس سے پوچھا۔

"اچھی طرح....!"

"اسی طرح....!" فریدی نے شہناز اور ہقصوڈ کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"لیکن آپ لوگ یہاں پہنچے کیسے؟" جلدیں نے پوچھا۔

"اوپر چلو....!" فریدی نے کہا اور زینے کی طرف بڑھ گیا۔

کمرے میں پہنچتے ہی سب سے پہلے اس کی ڈبھیٹ اپنے مجھے کے پرمند نٹ سے ہوئی۔

"کہنے صاحب پوست مارٹ کی روپرٹ کا کیا رہا۔" فریدی نے اس سے پوچھا۔

"تمہارا خیال صحیح تھا۔" پرمند نے منہ سکوڑ کر کہا۔ "لیکن تم یہاں کیا کر رہے تھے۔"

"مکھیاں مار رہا تھا۔" فریدی سمجھیگی سے بولا۔ "دفتر میں چونکہ کافی صفائی رہتی ہے اس لئے ہاں زیادہ تعداد میں مکھیاں دستیاب نہیں ہوتیں۔"

فریدی آگے بڑھا لیکن دوسرے ہی لمحہ میں اسے لوٹا پڑا۔ دوسرے کمرے میں اس کے مجھے کے ذی۔ آئی۔ جی اور رسول پولیس کے کچھ اعلیٰ افسر بھی موجود تھے۔

"اس کا مطلب....!" فریدی نے اس کمرے کی طرف اشارہ کر کے جلدیں سے پوچھا۔

"اوہ.... یہاں ایک لاش بھی ہے۔"

”لاش کس کی لاش...!“

”ایک خطاب یا فت اور معزز اگر یہ سر بیحال کی۔“ جکد لیش نے کہا۔  
”اوہ...!“ فریدی نے آہتہ سے کہا۔ اس کی آواز میں مایوسی تھی۔

”وہ سب دوسرے کمرے میں پہنچے۔“

”ہملو فریدی...!“ ذی۔ آئی۔ جی اس کی طرف بڑھا۔  
”میں نے جو رپورٹ آپ کو دی تھی اس کے مطابق سب کچھ ہوا۔“ فریدی نے کہا۔  
”لیکن تم اس وقت یہاں کہا۔“ ذی۔ آئی۔ جی نے کہا۔

”لیکن میں آپ سے پوچھنے والا تھا۔“

”سر بیحال کی لاش یہاں پائی گئی ہے۔“  
”یہاں ہے۔“

”دوسرے کمرے میں۔“

”وہاں سے سب کو ہٹا دیجئے۔“ فریدی نے کہا۔ اور مجھے تھا وہاں جانے دیجئے یا آپ بھی  
میرے ساتھ چلے۔ آپ سے بہت سی باتیں کرنی ہیں۔“

وہ دونوں اس کمرے کی طرف چلے گئے۔

جکد لیش شہزاد کا بیان لکھ رہا تھا۔ حمید اور مقصود نے خاموشی اختیار کر لی تھی۔ پر نہ نہذٹ  
نے انہیں کریڈنے کی کوشش کی لیکن اس میں کامیاب نہیں ہو سکا۔

تحوڑی دیر بعد فریدی منہ لٹکائے ہوئے کمرے سے واپس آیا۔ اس کے چہرے پر مایوسی اور  
ناکامی کے بادل چھائے ہوئے تھے۔

”کیا بات ہے۔“ حمید نے آہتہ سے پوچھا۔

”کچھ نہیں کوئی خاص بات نہیں۔“ فریدی بے دلی سے بولا۔

”دیکھئے آخر میرا ہی خیال تھا لکھانا...!“ حمید چک کر بولا۔

”شگرد کس کے ہو۔“ فریدی کھیلنے کی کے ساتھ بولا۔ ”اگر استاد نے نکلت کھائی تو کیا ہوں۔“  
تحوڑی دیر بعد سر بیحال کی لاش وہاں سے ہٹا دی گئی۔

وہاں ضروری کارروائی کے بعد یہ پارٹی سر بیحال کے بنگلے کی طرف روانہ ہو گئی۔ شہزاد گھر

بیچ دی گئی۔

فریدی سر پتحمال کی ایک ایک چیز کا بیور جائزہ لے رہا تھا۔ ایک گھنٹے کے بعد وہ بھی تھک ہوا کر سر پتحمال کے ڈرائیکٹر روم میں آپسیا۔

”دو تین دن کے دوران شہر میں چار قتل ہو گئے۔“ ایس پی بولا۔ ”ہم ابھی تک کچھ نہ کر سکے۔“

فریدی سمجھ گیا کہ روئے خون کس کی طرف ہے۔ لیکن وہ خاموش ہی رہا۔

”لیکن سر پتحمال یہاں کس لئے مقیم تھا۔“ محقق سراج رسانی کے ذمی۔ آئی۔ جی نے کہا۔

”وہ ہمارے ملک کے آثار قدیمہ کے متعلق ایک کتاب لکھ رہا تھا۔“ فریدی بولا۔ ”شاید آپ کی نظرؤں سے اس کی کتاب Ruins of Egypt گذری ہو۔۔۔ مصری آثار قدیمہ پر اس سے اچھی کتاب شاید ہی کسی نے لکھی ہو۔“

”اوہ۔۔۔ نحیک ہے میں نے اس کتاب کی شہرت سنی ہے۔“ ذمی۔ آئی۔ جی نے کہا۔

اور پھر کچھ دیر کی کارروائی کے بعد وہ لوگ ہاں سے رخصت ہو گئے۔

فریدی راستے بھر خاموش رہا۔ حید بھی خاموش تھا۔ اسے سب سے زیادہ کار کے عاشر ہو جانے کا غم تھا۔ شاید فضیل ہی انہیں تہبہ خانے میں بند کر کے ان کی کار بھی لا لے گیا تھا۔ اس وقت وہ نجی کر کے گھر جا رہے تھے۔ سردی کی شدت سے ان کے دانت نجڑ رہے تھے۔ گیارہ نجڑ گئے تھے۔ شہر آہستہ سنسان ہوتا جا رہا تھا۔

بھیسی کی ہیڈ لائٹ کی روشنی فریدی کی کوئی خوبی کے چاہنک پر پڑی حید اچھل پڑا۔

فریدی کی کار سڑک کے کنارے کھڑی تھی۔

دونوں نجیسی سے اتر آئے۔۔۔ فریدی نے کار میں ہاتھ ڈال کر ہادر دیا اور چوکیدار نے چاہنک کھول دیا۔

تمہوزی دیر بعد وہ دونوں ڈرائیکٹر روم میں بیٹھے ٹنکلو کر رہے تھے۔

”فضیل کی دلیری پر حیرت ہوتی ہے۔“ حید بولا۔ ” غالباً ہماری کارروائی یہاں چھوڑ گیا ہے۔ اور یہ خط بھی دیکھو! جو اگلی سیٹ پر پڑا ملا ہے۔“ فریدی نے ایک لفاف حید کی طرف پڑھاتے ہوئے کہا۔

حمد خط نکال کر بلند آواز سے پڑھنے لگا۔

”پیارے فریدی....

مجھے امید ہے کہ تم ہوش میں آگئے ہو گے۔ یاد رکھو کہ میرے پیچے پڑنے کا  
نتیجہ موت ہے۔ میں بھادروں کی قدر ضرور کرتا ہوں لیکن ایک حد تک.... جہاں  
کسی دلیر نے کم از کم میرے معاملے میں ان حدود سے قدم نکلا میں اسے معاف کرتا  
چھوڑ دیتا ہوں.... سر بھمال کا حشر دیکھوا اور عبرت پکڑو۔ اسے تو میں کسی حالت میں  
بھی معاف کریں نہیں سکتا تھا کیونکہ اسے رومال کا راز معلوم تھا اور وہ اسے حاصل  
کرنے کی کوشش بھی کر رہا تھا۔ میں تمہارے ملک سے جا رہا ہوں۔ بالکل اسی طرح  
یہاں سے نکل جاؤں گا جس طرح تمہارے مسکلم ترین تمہ خانہ سے نکل گیا تھا۔ اگر  
تمہیں میری قید میں کچھ تکلیف ہوئی ہو تو معاف کرنا.... مجھے افسوس ہے کہ تمہیں  
وہاں دون بھر بھوکارہنا پڑا۔

”فضیل“ (یا جو کچھ بھی تم سمجھو)

نوٹ: واضح رہے کہ مصر کے جاسوس علی فضیل سے میرا کوئی تعلق نہیں۔

حمد خط ختم کرنے کے بعد تجیر آمیز نظرودن سے فریدی کی طرف دیکھنے لگا۔

”یہ چوت زندگی بھرا در ہے گی۔“ فریدی نہ کر بولا۔

”آخر یہ فضیل ہے کون۔“ حمد نے پوچھا۔

”خدا جانتے.... لیکن ہے دلیر آدمی.... لیوتارڈ اور جابر کے بعد یہ دوسرا آدمی ملا ہے جس  
نے مجھے اتنی ذہنی اور جسمانی ورزش پر مجبور کیا۔“ فریدی نے کہا اور انہوں کریں گی فون کے نمبر  
ملانے لگا۔

”ہیلو.... کون بول رہا ہے.... اچھا.... جگد لیش.... میں ہوں.... فریدی.... دیکھو  
ٹھوی اور اس کے لو اھین کو سر بھمال کے قتل کی خبر شائع ہونے سے پہلے ہی حرast میں لینے کی  
کوشش کرو۔ ان سے سر بھمال کے متعلق بہت سی باتیں معلوم ہو سکیں گی.... اوہ.... اچھا اگر  
اسی وقت انہیں پکلا سکو تو بہتر ہے.... میں مجھ آؤں گا.... کم از کم انہیں رات بھر حوالات میں  
ضرور رکھو.... اچھا ش بخیر۔“ فریدی نے رسیور رکھ دیا۔

”بھی اب تو سنا چاہئے۔“ فریدی بھائی لیتا ہوا بولا۔

”دوسرے دن صحیح فریدی اور حمید کو تواں پہنچے۔ نیوی اور اس کی بیوی حوالات میں بند

تھے۔

”کیا ان کے علاوہ کوئی اور نہیں ملا۔“ فریدی نے جگد لیش سے پوچھا۔

”گھر میں یہی دونوں تھے۔“ جگد لیش نے جواب دیا۔ فریدی نیوی اور اس کی بیوی کی طرف متوجہ ہوا۔ نیوی کی بیوی حمید کو گھور رہی تھی۔

”کیا یہی وہ آدمی ہے جو اس رات تمہارے گھر کی لائٹ فیوز کر کے نکل بھاگا تھا۔“ فریدی نے اس سے پوچھا۔

”ہاں یہی تھا۔“ عورت بولی۔

”تم سر بتحال کو جانتے تھے۔“ فریدی نے نیوی سے پوچھا۔

”ہاں....!“

”وہ کون تھا۔“

”میں نہیں جانتا۔“

”لیسا سر بتحال نے تمہیں اس کے متعلق کوئی اطلاع دی تھی۔“

”ہاں....!“

”کس وقت....؟“

”دوپہر کو....!“

”اس رات تمہارے گھر میں وہ دوسرے آدمی کون تھے.... اور وہ اب کہاں ہیں۔“

”لیغینٹ مارکن اور کیپشن خاور.... لیغینٹ مارکن کل انگلینڈ گیا۔“

”کس وقت....!“

”شام کو....!“

”لیغینٹ مارکن سر بتحال کو جانتا تھا۔“

”ہاں....!“

”تمہارا سر بتحال اور ان دونوں سے کیا تعلق....؟“

”ہم تینوں دوست تھے۔“

”تمہارے دو دوستوں کا تو خاتر ہو گیا۔“ فریدی نے کہا۔ ”کچھن خاور سے تم لوگوں کی دوستی کتنی پرانی تھی۔“

”زیادہ پرانی نہیں۔“ نیوی بولا۔ ”شاید آج سے ایک ہفتہ قبل سرپتحال نے کلب میں اس سے میرا تعارف کر لیا تھا۔“

”سرپتحال نے تمہیں یہ بھی بتایا تھا کہ وہ اس بیویوں آدمی کو تمہارے پردوں کرنا چاہتا تھا۔“

”ہاں اس نے کہا تھا کہ وہ اپنے ایک دشمن کو لائے گائے ہے مجھے حرast میں رکھنا پڑے گا۔“

”یہ جانتے ہوئے بھی کہ یہ جرم ہے تم نے اسی حرکت کا ارادہ کیوں کیا تھا۔“ فریدی نے کہا۔

”میں جرم کی سزا بھیت کے لئے تیار ہوں۔“ نیوی بیزاری سے بولا۔

”تم کیا کرتے ہو۔“

”ایڈر سن ایڈر ایڈر سن میں فیجر ہوں۔“

”تمہاری بیوی کو تمہاری اس حرکت کی اطلاع تھی۔“

”نہیں.....!“

”کیا تم یہ بتا سکتے ہو کہ سرپتحال کے قتل میں کس کا ماٹھ ہو سکتا ہے؟“

”میں بھلا اس کے متعلق کیا بتا سکتا ہوں۔“

”اس کا کوئی دشمن...!“

”میں یہ بھی نہیں جانتا۔“

”لیکن ابھی تم نے اس کے کسی دشمن کا تذکرہ کیا تھا۔“

”ہاں! لیکن میں نے پہلے ہی کہہ دیا کہ سرپتحال نے مجھے اس کے متعلق کچھ نہیں بتایا تھا۔“

”مگر تم نے ابھی اس کا اقرار کیا ہے کہ تم اسے کاندھ سے پرلا دکر گھر میں لے جا رہے تھے۔“

”لیکن میں اس کی صورت نہیں دیکھ سکا تھا۔“

”اوہ....!“

”لیفٹینٹ مارگن یہاں کب سے مقیم تھا۔“

”ایک ماہ سے۔“

”کیوں آیا تھا۔“

”مجھ سے ملتے.... اور شکار کھلنے۔“

”کیپٹن خاور اور یونیورسٹی مارگن کو سر پر بھال کی اس رات والی حرکت کی اطلاع تھی۔“

”صرف یونیورسٹی مارگن جانتا تھا۔“

”کیپٹن خاور اس وقت تمہارے یہاں کیا کر رہا تھا۔“

”ہم تینوں فلاں کھیل رہے تھے۔“

”تم ایک دوسرے جرم کا اعتراف کر رہے ہو۔“ فریدی مکرا کر آنکھ مارتا ہوا بولا۔ نبی خاموش ہو گیا۔

پھر فریدی اس کی بیوی کو الگ لے گیا اور کافی دیر تک اس سے گفتگو کر تارہ۔ جب وہ پلٹ کر پھر نبی خاموشی کی طرف آیا تو نبی خاموشی نے پوچھا۔

”ہمیں حوالات میں کیوں رکھا گیا ہے؟“

”محض اس نے کہ تم لوگ سازش کر کے ایک آدمی کو اپنے گھر میں بند رکھنا چاہتے تھے۔“ فریدی نے کہا اور کوتولی سے چل دیا۔ حمید کو حیرت تھی کہ آخر وہ اسے اپنے ساتھ کیوں نہیں لے گیا۔ دس بجے حمید دفتر چلا گیا۔ وہاں بھی فریدی سے ملاقات نہ ہوئی۔ حمید کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ فریدی اب کیا کر رہا ہے۔

شہر کے سارے اخبارات میں سر پر بھال کے حیرت انگیز قتل کی داستانیں شائع ہوئی تھیں۔ بعض اخباروں نے رومال کا بھی حوالہ دیا تھا اور لکھا تھا کہ دلکشا ہوٹل سے لے کر سر پر بھال لئے جتنے بھی قتل ہوئے ان کے بچھے ایک منظم سازش کام کر رہی تھی۔ پولیس دو افراد کی حلاش میں ہے۔ ایک جبار اور دوسرا ایک غیر ملکی جس کا صحیح نام پولیس کو بھی نہیں معلوم ہو سکا۔ چند اخباروں نے مغلہ سراغ نرسانی پر بھی ہلکی پھسلی چونیں کی تھیں۔

پھر نہنڈٹ صاحب کافی بیاش نظر آرہے تھے۔ انہوں نے ڈی۔ آئی۔ جی سے مشورہ کر کے یہ کیس دوسرے انپکٹ کے پرورد گرد دیا۔

حمد نے یہ چیز شدت سے محسوس کی۔ گردوں خاموش رہا۔ کہاں کیا سکتا تھا۔

موت کی آندھی

تحوڑی دیر بعد اسے پرنشنڈنٹ نے بلوالا۔

”فریدی کہاں ہے۔“ پرنشنڈنٹ نے پوچھا۔

”مجھے علم نہیں۔“

”تم جانتے ہو۔“

”اب میں کس طرح عرض کروں۔“

”اس کیس کے چند ضروری کاغذات اس کے پاس ہیں۔“

”میرا خیال ہے کہ وہ تفتیش ہی کے سلسلے میں کہیں گئے ہیں۔“ حید نے کہا۔

”لیکن میں نے یہ کیس دوسروں کے پرورد کر دیا ہے۔“

”لیکن فریدی صاحب کو اس کا کیا علم...!“

”اب ہو جائے گا علم۔“ پرنشنڈنٹ ہونٹ بھینچ کر بولا۔ ”جاڑ جا کر اپنا کام کرو۔“

تقریباً دو بجے فریدی آفس پہنچا۔ وہ ابھی میٹھنے بھی نہیں پایا تھا کہ پرنشنڈنٹ نے اسے اپنے کمرے میں طلب کر لیا۔

”اس کیس کے کاغذات داخل کر دو۔“ پرنشنڈنٹ نے کہا۔

”میں آپ سے کئی بار عرض کر چکا کہ...!“

”بس بس...!“ پرنشنڈنٹ ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”میں ڈی۔ آئی۔ جی کے حکم کے مطابق ایسا کر رہا ہوں۔ یہ لو.... ان کی تحریر۔“

پرنشنڈنٹ نے ایک کاغذ فریدی کی طرف بڑھادیا۔

”اوہ....!“ فریدی اسے پڑھنے کے بعد پرنشنڈنٹ کی طرف دیکھنے لگا۔

پرنشنڈنٹ طنزیہ انداز میں مسکرا رہا تھا۔

”یہ لجھے۔“ فریدی نے کچھ کاغذات جیب سے نکال کر میز پر ڈال دیئے۔

پرنشنڈنٹ انہیں بغور دیکھنے لگا۔

فریدی جانے کے لئے اٹھا۔

”بیٹھ جاؤ۔“ پرنشنڈنٹ بولا۔ ”اب تک کی تفتیش کی رپورٹ کہاں ہے۔“

”انہیں کاغذات میں ہے۔“

"یہ رپورٹ تو نہیں۔" پرنسپل نے ایک کاغذ فریدی کی طرف بڑھا کر بولا۔ "مختصر نوٹ ہیں۔"

"یہی میرا طریقہ کار ہے۔" فریدی لاپرواں سے بولا۔ "میں کسی کیس کو ختم کرنے کے بعد ہی مکمل رپورٹ لکھا کرتا ہوں۔"

"اب تک کی روایت دلکھ دو۔" پرنسپل نے بولا۔

فریدی نے اپنے لکھنے ہوئے نوٹ والا کاغذ اٹھا کر جیب میں رکھ لیا اور ایک سادے کاغذ پر لکھنے لگا۔

"مکمل رپورٹ یہ ہے کہ اس کیس میں نہیں میری طرح تاکام میا ب رہا۔ کوئی ایسا واقعہ پیش نہیں آیا ہے پر درپے قتل کے واقعات سے کوئی نسبت دی جاسکے۔ مجرم نے مجھے اور ساری جنت حید کو تہہ خانہ میں بند کر دیا تھا۔ اس سلسلے میں ایک مخلوک آدمی جبار خان کی مجھے ٹلاش تھی۔ اور مجرم جس نے مجھے تہہ خانہ میں بند کیا تھا کوئی غیر ملکی معلوم ہوتا تھا۔"

فریدی نے رپورٹ لکھ کر پرنسپل کی طرف بڑھا دی۔

"بس....!" پرنسپل نے طفرا آمیز انداز میں اس کی طرف دیکھ کر کہا۔ "جی....!"

"میں مفصل رپورٹ چاہتا ہوں۔"

"میں نے سب کچھ لکھ دیا ہے۔"

"تفصیل نہیں ہے۔"

"اور زیادہ کاغذ خراب کرنے سے کیا فائدہ۔" فریدی نے سمجھی گی سے کہا۔ "کہے تو یہ بھی لکھ دوں کہ اس تینیش کے دوران مجھے دو بار زکام ہوا۔ ایک دن کھانا نہیں کھلایا۔ ایک بار دن بھر کھانتا رہا۔"

"اوہ....!" پرنسپل میز پر پہنچ دیتے ٹھیک کر چکا۔ "میں بد تیزی برداشت نہیں کر سکتا۔"

"تو یہ میرا ستھنی حاضر ہے۔" فریدی نے جیب سے ایک تہہ کیا ہوا کاغذ کاکل کر میز پر ڈال دیا اور مکر اٹا ہوا کمرے سے نکل گیا۔

"حید...." وہ حید کی میز کے قریب جا کر بولا۔ "اپنا ستھنی لکھو۔"

"ارے کیوں...؟" حمید اچھل کر بولا۔

"ہم اب اس بھنگے میں کام نہیں کریں گے۔"

"پھر...!"

"پرانے کوئوں کی تجارت کریں گے۔" فریدی نے بڑی سمجھدی سے کہا۔  
دفتر کے لوگ اس کے گرد اکٹھے ہو گئے مگر وہ اوت پنالگ باتیں کرتا رہا۔

## حمید کی الجھن

حمید الجھن میں جلا ہو گیا۔ لیکن فریدی کے مجبور کرنے پر اُسے استعفی لکھتا ہی چلا۔ وہ جانتا تھا کہ فریدی اس وقت وجہ نہ بتائے گا اور جب وہ استعفی لے کر پرمنڈنٹ کے کمرے میں گیا تو اس نے دیکھا کہ وہ اپنی کرسی پر بیٹھا ہری طرح ہانپ رہا ہے۔

"کیا ہے۔" اس نے گرج کر پوچھا۔

"استعفی...!" حمید نے کاغذ میز پر رکھتے ہوئے کہا۔

"اٹ آٹ...!" وہ حل کے بل چینا۔

حمد چپ چاپ کرے سے نکل آیا۔

دفتر کے سب لوگ متیر تھے کہ معاملہ کیا ہے۔ اپنکو جو فریدی سے حد رکھتے تھے ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر معنی خیز انداز میں مسکرا رہے تھے۔

فریدی اور حمید وہاں سے روانہ ہو گئے۔ راستے میں حمید نے پوچھا۔

"آخر آپ نے کیا کیا...؟"

"چپ رہو...!" فریدی بگز کر بولا۔ "جو میں نے مناسب سمجھا کیا۔"

حمد ناموش ہو گیا۔

"دیکھو برخوردار...!" فریدی مسکرا کر بولا۔ "یہ دنیا سارے قافی ہے۔"

حمد حیرت سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔

"میں اب ان نفویات سے بچک آگیا ہوں۔" فریدی نے کہا۔ "کچھ آرام بھی کرنا چاہئے۔"

بسا وقات کے لئے پہنچے پرانے کونوں کی تجارت کافی محتول رہے گی۔"

"میں.... میں....!" حمید کچھ کہتے کہتے رک گیا۔

"خبر معلوم ہوا کہ تم بکریوں کی تجارت کرنا چاہتے ہو۔" فریدی نے کہا اور کار دلکشا ہوٹل کے سامنے کھڑی کر دی۔

"آؤ کافی ہیں گے۔" فریدی نے کار سے اترے ہوئے کہا۔

حمدیہ تیری طرح جھلایا ہوا تھا۔ لیکن اس نے اپنی جھلائیت کا اظہار کرنا مناسب نہ سمجھا۔ اس نے سوچا کہ کہنیں فریدی یہ نہ سمجھے کہ اس نے اسے استعفی دینے پر مجبور کر کے بور کر دیا ہے۔ حمید کو اس کی پرواہ نہیں تھی کہ اس نے استعفی دے دیا بلکہ الجھن اس بات کی تھی کہ آخر استعفی دیا کیوں گیا وہ اس کی وجہ جانانا چاہتا تھا۔ مگر فریدی کے روایے سے معلوم ہو رہا تھا کہ وہ اس منسلک پر روشنی نہ ڈالے گا۔ آخ کیوں....؟

دونوں نے ہوٹل میں کافی پی۔ کچھ جیسراں کھائیں اور دیر تک بیٹھے اوھر اورھر کی پاتیں کرتے رہے۔ حمید نے بھی تھوڑی دیر بعد یہ ظاہر کرنا شروع کر دیا جیسے آج کوئی اہم بات ہوئی ہی نہ ہو۔

"آج میں نے ایک ہاتھی کو دیکھا جو ایک بوٹل میں گھنے کی کوشش کر رہا تھا۔" حمید دفعہ

بولा۔

"اچھا تم نے بھی دیکھا تھا۔" فریدی سنجیدگی سے بولا۔ "میں تو سمجھا تھا کہ صرف میں ہی اس راستے واقف ہوں۔"

"اگر مہادوت کو د کر الگ نہ ہو گیا ہوتا تو وہ بیچارہ بھی بوٹل میں بھیج جاتا۔" حمید نے کہا۔ "اچھا۔" فریدی نے اپنے چہرے سے تشویش کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "دیکھیں میں الاقوای سیاست پر اس کا کیا اثر پڑتا ہے۔"

شاید قطب شما میں ہندو مسلم اتحاد ہو جائے۔ حمید نے آہستہ سے کہا۔ فریدی اُسے آنکھ مار کر مکریا اور حمید نے کسی عصمت متأبِع عورت کی طرح شرما کر سر جھکایا۔....

دونوں کافی دیر تک بیٹھے بے سر و پا باتیں کرتے رہے۔

گھر پہنچ کر حمید اپنا سامان اکٹھا کرنے لگا۔

”کیوں بھتی یہ کیا کر رہے ہو....؟“ فریدی نے پوچھا۔

”گھر جا رہا ہوں جو کچھ پس انداز کیا ہے اس سے چند بھینیں خرید کر دودھ کا کاروبار کروں گا۔“

”چہ چہ..... تمہارے یہ نرم و نازک ہاتھ بھینوں کا گورنہ صاف کر سکیں گے۔“ فریدی

نے کہا۔ ”مجھے ایک پرائیویٹ سیکریٹری کی ضرورت ہو گی۔“

”کتنی تجوہ ادیں گے آپ....؟“

”سب کچھ تمہارا ہے پیارے۔“ فریدی ہس کر بولا۔ ”میں واقعی سمجھا ہوں.... میں نے

دنیا کی سیاحت کا پروگرام بنایا ہے اسکی صورت میں مجھے ایک پرائیویٹ سیکریٹری کی ضرورت ہو گی۔“

حمید چومنک کر فریدی کی طرف دیکھنے لگا۔

”دنیا کی سیاحت۔“ حمید نے آہستہ سے دہرا لیا۔

”ہاں.... سب سے پہلے ہم مصر چلیں گے۔“ فریدی ادھر ادھر دیکھ کر آہستہ سے بولا۔

”اوہ.... تو یہ کہئے۔“ حمید نے آہستہ سے کہا۔ ”لیکن کس طرح۔“

”بھری راستے سے۔“

”لیکن اگر وہ ہوائی جہاز سے چلا گیا تو۔“

”وہ اتنا حق نہیں ہے۔“

”کیوں اس میں حافظت کی کیا بات ہے۔ ممکن ہے وہ یہاں سے جائے ہی نہیں۔“

”بات دراصل یہ ہے کہ اب میں نے اس کا خیال ہی چھوڑ دیا ہے۔“

”چھر....؟“

”مجھے یہ دیکھنا ہے کہ علی فضیل کی موت کن حالات میں ہوئی تھی۔“

”لیکن علی فضیل کے متعلق بھی آپ کو اسی سے معلوم ہوا تھا۔“ حمید نے کہا۔ ”کون جانے

اس نے یہ بات بھی غلط کی ہو۔“

”نہیں مجھے اس میں شبہ نہیں۔ حینہ علی فضیل ہی کی لڑکی تھی۔ آج ہی مصر سے میرے تار کا جواب آیا ہے اور اسی سے معلوم ہوا ہے کہ علی فضیل کے ایک ہی لڑکا تھا، جو اس کے قتل کے کچھ ہی دن بعد قتل کر دیا گیا تھا۔“

"تو پھر اس تعینی دینے کی کیا ضرورت تھی۔"

"مصلحت....!" فریدی نے کہا۔ "بھرم خطرناک ہے آسانی سے دھوکا نہیں کھا سکتا۔"

"تو کیا پر نہذنٹ سے آپ کی لڑائی مخفی دکھادا تھی۔"

"وہ بیچارہ تو یہی سمجھا ہے کہ وہ سو فیصدی حقیقت ہے۔"

"بہر حال اب تو آپ اس تعینی دے یہ چک۔" حمید بولا۔

"اس میں کسی شبے کی گنجائش نہیں۔" فریدی نے کہا۔

"تو پھر اب آپ یہ سب دردسری کیوں مول لے رہے ہیں۔"

فریدی جواب دینے تھی والا تھا کہ نوکرا یک کارڈ لے کر اندر آیا۔

"اوہ....!" فریدی کارڈ دیکھ کر بولا۔ "بیچج دو۔"

چھوڑی دیر بعد ایک وجہ پر آدمی کمرے میں داخل ہوا۔ اس کے سنبھلے طالم اور خلک بال پیشانی پر اڑ رہے تھے۔ لیاس اس نے اچھا چکن رکھا تھا۔ لیکن اس کی بے ترتیبی سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ حدود رجہ لا پر واد واقع ہوا ہے۔ اس کے ہونٹوں پر ایک قسم کی مسکراہٹ تھی۔ اسی مسکراہٹ جسے زیر خدمتی سے تبیر کیا جا سکتا ہے۔ حمید نے اسے دیکھ کر غرفت سے من سکوڑ لیا۔ اس کے برخلاف فریدی کے لجھ میں تاک تھا۔

"اوہ.... اوہ.... انور.... مجھے موقع تھی کہ تم ضرور آؤ گے۔"

انور نہیں کر ایک صوف پر بیٹھ گیا۔

"غایباً تم اس تعینی دینے کی وجہ پر چھٹنے آئے ہو۔"

"اور آپ صحیح وجہ کبھی نہ تائیں گے۔" انور نہیں کر بولا۔ "لیکن تم اس طرح بھی صحیح وجہ نہ معلوم کر سکو گے۔"

انور پہنچنے لگا۔

"بہر حال تم صحیح موقع پر آئے۔" فریدی بولا۔ "میں چاہتا ہوں کہ تم اپنے اخبار میں میری تکاہی کی ایک لمبی چھوڑی داستان چھاپ دو۔"

"بس بس میں سمجھ گیا۔" انور نے کہا۔

"ای لئے میں کہتا ہوں کہ تم بہت ذہین ہو۔" فریدی بولا۔

”مگر ایک جیز...!“ انور بولا۔ ”یہ جبار کہاں سے آگوڑا۔“

فریدی نے جبار والا واقعہ بھی اُسے بتا دیا۔

”اس کیس کے متعلق میں نے پوری داستان خود ہی مکمل کی ہے۔“

انور جیب سے کچھ تہہ کئے ہوئے کاغذات نکال کر بولا۔ ”آپ دیکھئے کہ میں کہاں تھے کامیاب ہوا ہوں۔“

فریدی کاغذات کو پڑھتا رہا۔ درمیان درمیان وہ سر اٹھا کر حیرت زدہ نظروں سے انور کی طرف دیکھ لیتا تھا۔

”واقعی تم ایک کامیاب کرامہ رپورٹر ہو۔“ فریدی نے کہا۔ ”اس میں بعض جگہ تم نے محض قیاس سے کام لینے کی کوشش کی ہے۔ خیر میں ٹھیک کئے دیتا ہوں۔“

فریدی ایک سارے کاغذ پر کچھ لکھنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے وہ کاغذ اسکی طرف بڑھا دیا۔

”اوہ تو اس کا یہ مطلب کہ میری رپورٹ میں کچھ بھی نہیں تھا۔ تو آپ کو اُسی غیر ملکی مجرم نے تہہ خانے میں بند کیا تھا۔“

”ہاں....!“

”اس کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے۔“

”چھلا دھے ہے۔“ فریدی بولا۔ ”اس تم کے کردار صرف جاوسی ہولوں ہی میں نظر آیا کرتے تھے۔“

”اور آپ کیا فرماتے رہے ہیں۔“ انور نے طنزیہ انداز میں سکرا کر حمید کی طرف اشارہ کیا۔

”دیکھو تم مجھ سے نہ الجھتا.... ورنہ....!“

”ورنہ آپ رو دیں گے۔“ انور نے جملہ پورا کر دیا۔

فریدی پہنچنے لگا۔

”خیر اگر کبھی میری گرفت میں آگئے تو بوٹیاں اڑا دوں گا۔“ حمید جھلا کر بولا۔

”تم پر ہی کیا مختصر ہے۔“ انور بھس کر بولا۔ ”اس شہر کی پولیس کے سارے ناکارہ آفسر مجھے اس تم کی دھمکیاں دیتے رہتے ہیں۔ لیکن آج تک کوئی میرا کچھ نہ بلگاڑ سکا۔“

”چھوڑو.... چھوڑو.... ان فضول باتوں کو۔“ فریدی اکتا کر بولا۔ ”مکام کی بات کرو۔ دیکھو

اپنے مضمون میں میری جتنی بھی توہین ممکن ہو اس سے بازنشہ آتا۔“

”یہ مجھ سے نہ ہو سکے گا۔“ انور جلدی سے بولا۔ ”میرے دل میں آپ کیلئے بڑا احترام ہے۔“  
”لیکن یہ تم میری اجازت سے کر دے گے۔“ فریدی نے مسکرا کر آنکھ مارتے ہوئے کہا۔ ”یہ  
ایک واقعی ضرورت ہے۔“

”خبر جیسا آپ کہیں۔“ انور نے کہا۔ تھوڑی دیر تک ادھر ادھر کی گفتگو کرتے رہنے کے  
بعد انور چلا گیا۔

”آخر آپ نے اسے اس قدر منہ کیوں لگا رکھا ہے۔“ حمید جلا کر بولا۔  
”بہت کام کا آدمی ہے۔“ فریدی نے کہا۔ ” بلا کا ذہین ہے۔ اسے ایک بہترین جاسوس بنانے  
کے لئے تھوڑی سی زینگ کافی ہو گی۔“

”میں اسے اچھا نہیں سمجھتا۔“ حمید نے کہا۔  
”کیا اس لئے کہ وہ پولیس والوں سے اپنا حق وصول کرتا ہے۔“ فریدی نے کہا۔  
”سکی نہ کسی دن گردن پ جائے گی۔“ حمید نے کہا۔  
”اور مشکل یہی ہے۔ یہاں کے سارے آفیسروں کی دلختی ہوتی رگوں پر اس کا ہاتھ  
ہے.... شاکر ہی کوئی اسے چھیڑنے کی بہت کر سکے۔“

”مجھے اس نے کبھی چیخنے نہیں کیا۔ ورنہ میں مزاچکھا دتا۔“ حمید نے کہا۔  
”خبر خیر چھوڑ بھی کہاں کی باتیں نکال بیٹھے۔“ فریدی نے کہا۔ ”وہ تمہیں چھیڑنے کی  
کیوں لگا۔“

”کیا آپ نے اُس وقت اس کا انداز نہیں دیکھا۔“ حمید نے کہا۔  
”بھی وہ ہے تھی اس قسم کا.... بڑی زہریلی باتیں کرتا ہے.... میں اس کی کچھلی زندگی سے  
واقف ہوں.... اسے بہت ستایا گیا ہے۔ تم نہیں جانتے جب کوئی ذہین اور تعلیم یا ذہن آدمی مسل  
ہا کامیوں سے بھک آ جاتا ہے تو اس کی ساری شخصیت سبر کی تکنیکوں میں ڈوب جاتی ہے۔“

”خبر چھوڑیے۔“ حمید اتنا کر بولا۔ ”ہمارا دوسراقدم....!“  
”حالات پر مختصر ہو گا۔“ فریدی نے کہا اور سگار سگار کر کسی سوچ میں ڈوب گیا۔  
شام تک فریدی کے گھر پر اچھا خاصاً تجھع اکٹھا ہو گیا.... اس میں سر کاری اور غیر سر کاری ہر  
قسم کے لوگ تھے۔ وہ فریدی کے اس حصے دینے کی معقول وجہ جانتا چاہتے تھے.... فریدی انہیں ٹالنا

چاہتا تھا۔ مگر بہترے لوگ جو اس سے بے تکلف تھے کسی طرح ملنے کا نام ہی نہ لیتے تھے۔ آخر حمید کو بولنا پڑا۔

”بات دراصل یہ ہے کہ فریدی صاحب کو اپنے پر نہنڈٹ کار دیہ ناپسند تھا۔ وہ کسی قسم کی دھونس سنبھلے کے عادی نہیں۔ آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ فریدی صاحب اس ملک میں محض شوق کی بناء پر آئے تھے۔ پہلے انہوں نے بہت چاہا کہ کسی طرح پر نہنڈٹ صاحب سے مصالحت ہو جائے لیکن ایسا نہیں ہوا۔ آخر کار انہیں استغفاری ہی دینا پڑا۔ اور میں نے کیوں استغفاری دیا یہ ایک دکھ بھری داستان ہے۔“

”کیوں تم نے کیوں استغفاری دیا۔“ جملہ نے پوچھا۔

”میں اب شادی کرنا چاہتا تھا۔“ حمید نے سمجھ دی سے کہا۔

”تو اس سے استغفاری دینے سے کیا مطلب۔“ جملہ نے پوچھا۔

”میری ملکیت ملازمت کو نہ رکھتی ہے۔“ حمید بولا۔ ”وہ چاہتی ہے کہ میں دودھ کی تجارت کروں۔“

”تو کیا وہ دودھ والی ہے۔“ ایک صاحب نے پوچھا۔

”جی نہیں میرے بچوں کو دودھ پلانے والی ہے۔“

اس پر فتحہ پڑا۔ اور حمید انگوٹھا چوٹے لگا۔

تحوڑی دیر بعد یہ مجمع بھی رخواست ہو گیا۔

”اب کیا کرنا چاہئے۔“ حمید نے کہا۔

”تم آخر اس طرح الجھ کیوں رہے ہو۔“ فریدی نے پوچھا۔

”تمکال کیا آپ نے؟“ حمید جھلا کر بولا۔ ”ابھن کی بات ہی ہے۔“

”قطیعی ابھن کی بات نہیں۔“ فریدی نے کہا اور انہ کر ٹھیکنے لگا۔

تحوڑی دیر بعد ٹھیک فون کی تھیں جی کی اور فریدی کسی سے تنگو کرنے لگا۔ تقریباً دس بجے رات تک تھوڑے تھوڑے وقق کے بعد فریدی نامعلوم اشخاص کو فون کر تارہ۔ حمید نے کچھ پوچھتا چاہا لیکن فریدی کے رویے نے اسے باز رکھا۔ وہ اس کی سرشت سے اچھی طرح واقف تھا۔ جب وہ کچھ بتانا چاہتا تو خود ہی اگل دیتا۔ دیے لاکھ سر پختے دیواریں قبول سکتیں تھیں لیکن فریدی

نہیں۔ وہ ساری رات حمید نے الجھنوں میں گزاری۔ بظاہر وہ سارا دن بنتا رہا تھا لیکن اس کا ذہن نہ جانے کتنی جھلاہٹوں کا شکار تھا۔ سراغِ رسانی کا یہ طریقہ کم از کم اُس کے لئے بالکل نیا تھا۔ بھلا اس میں استغفاری دینے کی کیا ضرورت تھی۔

دوسرے دن وہ دن بھر گھر ہی پر رہا اور فریدی نہ جانے کہاں کہاں ملادا ملادا بھر۔ گھر داپس آکر اس نے کوئی معمول بات نہیں کی۔ حمید کے کسی سوال کا کوئی تکنی بخش جواب نہیں دیا۔ ایسا معلوم ہوا تھا جیسے وہ خود بھی کسی شدید تم کے ذہنی اضطراب میں جھلا ہوا اور بعض اوقات ایسا محسوس ہوتا کہ وہ بالکل خالی اللہ ہن ہے۔۔۔ وہ دن اسی طرح گزر گئے۔ اس دوران میں اگر کوئی ملنے کے لئے آجاتا تو اس سے کہلوادجا کہ فریدی گھر موجود نہیں ہے۔ حمید سب کچھ دیکھ رہا تھا اور الجھ رہا تھا۔ فریدی کا مودعا تھا کہ کچھ پوچھنے کی ہمت ہی نہیں پڑتی تھی۔ آخر حمید تن بتقدیر ہو کر بیخ رہا اور اس کے علاوہ چارہ ہی کیا تھا۔

## چرمی ہینڈ بیگ

اچانک ایک رات فریدی نے سامان اکٹھا کرنا شروع کیا۔ چار پانچ بجے بجے سوٹ کیسون میں کپڑے رکھے گئے۔ اس میں حمید کے بھی کپڑے شامل تھے۔ مجھے ہوا لال نکالے گئے اس کے علاوہ اور بھی بیکرا قیمتی سامان اُس پر رکھا گیا اور گاڑی چلی گئی۔ حمید نے کچھ پوچھتا چاہا لیکن جواب ندارد۔

تقریباً ایک بجے رات کو کسی نے حمید کو جگایا اور حمید اتنی رات گئے اپنے کمرے میں ایک غیر ملکی اجنبی کو دیکھ کر بھوچکارہ کیا۔

”ڈر نہیں میں پروفیسر لا سکلی ہوں۔“ اس نے کہا اور حمید اس کی آواز پہنچان گیا۔

”آف میں کیا کرو۔“ حمید اپنے زانو پر رہا تھا مار کر بولा۔

”جلدی کرو! تمہارے میک اپ میں بھی تقریباً ایک گھنٹہ لگے گا۔“

”مگر.... پھر کیا ہو گا؟“

”تمہارا سر!“ فریدی جھلا کر بولा۔ ”تم پروفیسر لا سکلی کے اسٹنٹ ہو گے۔“

”اور اس کے بعد۔“

”تمہاری پوچھا کی جائے گی۔ آرٹی اتاری جائے گی۔ پھول چڑھائے جائیں گے۔ فریدی ہونٹ بھینچ کر بولا۔ حمید ناک بھوں سکیز کر اٹھا۔

اور تھوڑی دیر بعد اس کے منہ سے بکلی بکلی چینیں نکلنے لگیں۔ فریدی اس کے رخساروں کو نبڑی طرح کھرچ رہا تھا۔

”عجیب لکھے آدمی ہو۔“ فریدی آہستہ سے بولا۔ ”میں ذرا خوبصورت تم کا میک اپ کرتا چاہتا ہوں اور تم مرے جادے ہو۔ تمہیں شائد نہیں معلوم کہ میرے گالوں سے تقریباً ایک چھٹائیں خون نکل چکا ہے۔“

حید خاموش ہو گیا اور جب وہ آئینے کے سامنے گیا تو اپنی صورت دیکھ کر جھجک پڑا۔ وہ ایک اویز عرب کا انگریز معلوم ہو رہا تھا۔

”یعنی تم انگریز نہیں ہو۔“ فریدی نے کہا۔

”جنوبی امریکہ کے باشندے ہو.... زیوڈی ہیز و کے رہنے والے۔“

”نہیں میں ریوڈی ڈان کچھات کیہات کا رہنے والا ہوں۔“ حمید نے سنجیدگی سے کہا۔ ”اور آپ پروفیسر ہیر اللہ لا سکی۔“

”ایک حقافت نہ کرتا۔“ فریدی مسکرا کر بولا۔ ”راہبرت لا سکی۔“

”اور حضور کا پیش۔“ حمید نے آہستہ سے پوچھا۔

”ایک ایسا ریڈیو سٹ ایجاد کرنے کا چکر جس میں مرغ کے باشندوں کی آوازیں سنی جاسکیں۔“ فریدی بولا۔

”کن بلکہ....!“

”حضور کوئی سید حساسا..... میں خود یہ نام بھول جاؤں گا۔“

”مکار نس....!“ فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا۔

”زبان کوئی بولنی پڑے گی۔“

”انگریزی....!“

”لجبھ کہاں سے لااؤں گا۔“

"ہکلا کر بولنا۔" فریدی نے کہا۔ "اور پھر تمہیں زیادہ بولنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔"  
 "لیکن ایک دوسری دشواری۔" حمید کچھ سوچتا ہوا بولا۔  
 "سی...!"

"میں سوتے وقت اردو میں بڑبڑا نے کا عادی ہوں۔"  
 "اور میں ایسے موقعوں پر تمہارا گلا گھونٹ دینے کے امکانات پر غور کرنے لگتا ہوں۔"  
 فریدی جھلا کر بولا۔

"چنان کہاں ہو گا۔"

"جنہم میں۔" فریدی نے کہا۔

"خبر چلنے دروازے تک آپ کو پہنچا کر لوٹ آؤں گا۔" حمید نے سمجھ دی سے کہا۔  
 "ہمارا جہاز...! صحیح آئندہ بجے روانہ ہو جائے گا۔" فریدی تھوڑی دیر بعد بولا۔  
 "جہاز...!" حمید اچھل کر بولا۔

"ہاں ہم مصر جا رہے ہیں۔"

"اور آپ نے اب بتایا ہے۔" حمید جھلا کر بولا۔

"کیوں کیا شہر مجرم سے گلے مل کر رخصت ہونے کا ارادہ تھا۔" فریدی طنزیہ انداز میں بولا۔  
 "مگر یہ بھی... کوئی...!"  
 "بکومت...!"

"میں یہ کہہ رہا تھا کہ پاسپورٹ وغیرہ۔"

"اس کا میں انتظام کر چکا ہوں۔"

"کہاں سے انتظام کر لیا ہے... پاسپورٹ پر تصویریں بھی تو لگائی جاتی ہیں۔"  
 "کیا یہ مکار نس کی تصویر نہیں ہے۔" فریدی نے جب سے ایک تصویر نہال کر میز پر ڈال دی۔  
 حمید نے تصویر انخلائی اور آئینے کے قریب جا کر اس سے اپنے خدوخال کا موازنہ کرنے لگا۔  
 "آپ بھی نہ سمجھے دکھلایا کرتے ہیں۔" حمید نے پلٹ کر کہا۔ ... لیکن فریدی کمرے میں  
 نہیں تھا۔

حمدید ایک کرسی پر بیٹھ کر پاپ لے لانا نے لگا۔

انتہے میں فریدی اندر آیا۔

”سنو! ہمارے مکان کی گمراہی ہو رہی ہے۔“ فریدی بولا۔

”لیکن کس کی طرف سے۔“

”یہ میں نہیں جانتا۔“ فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا۔ ”ممکن ہے کوئی سرکاری جاسوس ہو۔“

”سرکاری جاسوس...!“ حمید نے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

”ہاں... ہمارے پرمندžٹ سے کچھ بعید نہیں۔“ فریدی بولا۔ ”اتنا حق آدمی میں نے

آج تک نہیں دیکھا۔“

”تو پھر اب کیا کہجئے گا۔“

”میں نے ابھی پھانک کے سامنے ایک آدمی دیکھا ہے۔“ فریدی نے کہا۔

”کیوں نہ ہم کسی کے کو اس کے پیچے لا گاویں۔“ حمید نے کہا۔

”میں یہ نہیں چاہتا۔“ فریدی نے آہستہ سے کہا۔ ”پرمندžٹ کی یہ حرکت ہمارے حق میں

نمدی نہیں اور پھر ممکن ہے کہ وہ مجرموں ہی کا آدمی ہو۔“

”پھر کس طرح باہر چلے گا۔“ حمید بولا۔

”یاتا ہوں۔“ فریدی نے کہا۔ ”میں نے نوکروں کو ہدایت کر دی ہے کہ وہ ہماری عدم

موجودگی میں ہمارے متعلق کسی کو کوئی تقاضی بخش جواب نہ دیں۔“

”اس سے فائدہ۔“

”اس سے یہ فائدہ ہے کہ مجرم ہمارے متعلق کسی خاص سمت میں گھوڑے نہ دوڑا سکیں گے۔“

فریدی نے کہا۔ ”اچھا آؤ جلدی کرو۔ ہم باغ کے پشت والی بدروں کے ذریعے باہر نکلیں گے۔“

”لا حول ولا قوّة۔ یہ مجھ سے نہ ہو گا۔“

”ہو گا کیسے نہیں۔“ فریدی نے حمید کی گردن پکڑ کر کہا۔

”خوبی دیر بعد دونوں باغ کی دیوار کی ڈیڑھ فٹ اونچی بدروں سے باہر نکل رہے تھے۔ جیسے

تھے فریدی نے باہر سر نکالا ایک سایہ سامنے سے ہٹ کر دیوار کی آڑ میں ہو گیا۔

”میں پہچان گیا۔...!“ فریدی نے باہر نکل کر کہا۔ ”چھپنے کی ضرورت نہیں۔“

حمید بھی باہر نکل آیا۔... فریدی ایک آدمی کے پیچے دوڑ رہا تھا۔... حمید نے ریوال اور نکال

لیا۔ چند لمحوں میں فریدی نے اسے جالیا۔

”انور تم اتنے چالاک نہیں ہو کہ مجھے دھوکا دے سکو۔“ فریدی نے بھاگنے والے کوروک کر کہا۔  
”آپ نے اندر ہیرے میں مجھے کیسے پہچان لیا۔“ انور بولا۔

”پہچان لیا کسی طرح۔“ فریدی نے کہا۔ ”چالک کی طرف کون ہے۔“

”کوئی ہے.... میں نہیں جانتا۔ میں سمجھتا تھا کہ اس کی موجودگی میں آپ بھی راستہ اختیار کریں گے۔“ انور نے کہا۔

”خیر یاد رکھو کہ اس کے متعلق اگر تمہارے اخبار میں ایک لفظ بھی چھپا تو اچھا ہو گا۔“

فریدی نے کہا۔

”یہ میں اخبار کے لئے نہیں بلکہ اپنی معلومات کے لئے کر رہا ہوں۔“ انور نے کہا۔

”خیر.... مگر مجھ سے یہ مت پوچھنا کہ میں کہاں جا رہا ہوں۔“ فریدی بولا۔

”میں جانتا ہوں۔“ انور نے کہا۔

”جو کچھ بھی جانتے ہو اپنے ہی تک مدد و در کھنا۔“ فریدی نے کہا۔

”اور اگر ہو سکے تو میری عدم موجودگی میں اپنے اخبار کے ذریعہ مجرموں کو خلط راستے پر لگانے کی کوشش کرنا۔“

”اور اس کی قیمت....!“

”واپسی پر ادا کروں گا۔“ فریدی نے کہا۔

”بہت اچھا... گذشت۔“ انور نے فلت ہیٹ کا گوشہ چہرے پر جھکایا اور تھوڑی دور جا کر۔

اندر ہیرے میں غائب ہو گیا۔

”کہیں یہ سمجھت گز بونہ کرے۔“ حمید نے کہا۔

”نہیں میرے ساتھ ایسا نہیں کر سکتا۔“ فریدی نے کہا اور چلنے لگا۔

چاروں طرف تار کی پھیلی ہوئی تھی۔ سردی ہڈیوں میں سختی محسوس ہو رہی تھی۔ دونوں نے اور کوٹ کے کالر کھڑے کر لئے، فلت ہیٹوں کے گوشے چہروں پر جھکائے۔ سنان سڑک پر ان کے قدموں کی آواز دور تک پھیلتی معلوم ہو رہی تھی۔ دونوں اس وقت بندر گاہ پر پہنچے۔ جب جہاز کی روائی میں صرف پندرہ منٹ رہ گئے تھے۔ انہیں اپنے کی بنیں تلاش کرنے میں زیادہ وقت نہ

ہوئی۔ سامان پہلے ہی پہنچ پکا تھا۔ بہر حال حمید کی اچھی خاصی شامت تھی۔ اسے یہ بات ہر وقت ذہن میں رکھتی پڑتی تھی کہ وہ جنوبی امریکہ کا باشندہ ہے اور اس کی مادری زبان انگریزی ہے۔ دوران سفر فریدی اپنا زیادہ تر وقت عرشے پر یار یسٹوران میں گزارتا تھا۔ اکثر وہ خیالی شراب پی کر بے شکریں بھی کر پیٹھتا تھا۔ اس نے یہاں کئی دوست پیدا کر لئے تھے جن میں زیادہ تر عورتیں تھیں۔ حمید محوس کر رہا تھا کہ وہ ایک بوڑھے انگریز تاجر کی طرف زیادہ جھک رہا ہے۔ اکثر رات کو وہ اس کے کیبن میں جماں کا بھی کرتا تھا۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا کہ وہ کافی رات گئے تک اس سے غب لڑتا رہتا۔ وہ بوڑھا بھی بڑا دلچسپ خصوصائی کی حالت میں تو وہ بجائے خود ایک اچھا خاصاً مشحونہ بن کر رہا جاتا۔ لیکن اس میں کافی دلچسپی لیتی تھیں۔

اس بوڑھے کے کیبن سے ملا ہوا ایک دسر اکیبن تھا جس میں ایک اویز عمر کا سنجیدہ انگریز تھا۔ وہ یسٹوران میں بہت کم پیٹھتا تھا۔ اکثر عرشے پر ہی دکھائی دیتا تھا۔ لیکن کسی کے ساتھ نہیں یا تو وہ سیندر کی لہروں پر اڑتے ہوئے سفید سفید جھاگ کی طرف تاکتا رہتا تھا یا پھر اس کے ہاتھ میں کوئی کتاب ہوتی تھی۔ وہ ایک بار فریدی کو اس سے ٹکٹکو کرنے کا اتفاق ہوا تھا لیکن وہ موسم کی کیفیت سے آگے نہیں بڑھی تھی..... حمید اسے مٹکوک نظر وہیں سے دیکھتا تھا۔ سب سے زیادہ الجھن کا باعث اس کا چھپا ہندے بیک تھا۔ جسے وہ ہر وقت بفل میں دیباۓ رہتا تھا اور حمید کو اس کی آنکھوں کی زناہت کے پچھے چھپی ہوئی درندگی صاف نظر آنے لگتی تھی۔ ایک دن حمید نے فریدی سے اس کے متعلق پوچھا کہ وہ کون ہے۔

”کو لمبایا یونور سٹی کا ایک پروفیسر ....!“ فریدی نے جواب دیا اور پھر تھوڑی دیر بعد پوچھا۔ ”تم نے خصوصیت سے اسی کے متعلق کیوں پوچھا..... اور غالباً اب تم مجھ سے اس کے چھپا ہندے بیک کے متعلق پوچھو گے۔“

حمد حمرت سے فریدی کی طرف دیکھنے لگا۔

”جو چیز تمہیں شبے میں ڈال سکتی ہے۔ وہی مجھے بھی۔“ فریدی نے سارکاکش لے کر دھوان چھوڑتے ہوئے کہا۔

”تو پھر آپ اس بوڑھے انگریز میں کیوں دلچسپی لے رہے ہیں۔“ حمید نے پوچھا۔

”محض تمہارے لئے۔“

”میرے لئے کیوں۔“

”بات یہ ہے کہ اس میں کچھ نوجوان لڑکیاں بھی دلچسپی لتی ہیں۔“

”ٹھیک فرمایا آپ نے۔“ حمید جل کر بولا۔ ”آپ مجھے اس قابل رہنے کی کب دیتے ہیں۔“

”بھی گونا ہنادیا اور بھی ہکلا۔“

فریدی نے قبچہ لگایا۔

”تمہارے لئے یہی بہتر ہوتا ہے۔ ورنہ تم سارا بھائڑا پھوڑو۔“ اس نے کہا۔ اُسی رات کو فریدی حمید اور وہ بوڑھا انگریز ریشور ان میں بیٹھے برج محلہ رہے تھے۔ کولمبیا یونیورسٹی کا پروفسر قریب ہی کی ایک میز پر بیٹھا کافی پی رہا تھا۔ اُس کے سامنے ایک کاغذ پڑا تھا۔ جسے وہ تحوزے میں اٹھا کر دیکھنے لگتا تھا۔

”مسٹر مارشن....!“ وہ بوڑھے انگریز کو مخاطب کر کے بولا۔ ”ایک دلچسپ خبر ہے.... کیوں پروفیسر....!“

فریدی سر ہلانے لگا۔

”اگر تمہارے ریڈیو سیٹ میں کچھ عجیب و غریب اشارے پیدا ہونے لگیں تو تم اسے کیا کہو گے۔“ کولمبیا یونیورسٹی کے پروفیسر نے کہا۔

”نہیں....!“ بوڑھے نے پہ چھینک کر فریدی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”اوہ....!“ فریدی چوک کر بولا۔ ”ریڈیو سیٹ پر عجیب و غریب اشارے.... کیا مطلب۔“

”میرے ایک دوست نے اطلاع دی ہے۔“ کولمبیا والے پروفیسر نے کہا اور رک کر کچھ سوچنے لگا۔

فریدی بے چینی سے اُس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

”کچھ کہو بھی پروفیسر.... تم نے مجھے الجھن میں ڈال دیا ہے۔“ فریدی مضطربانہ انداز میں بولا۔

”یا تمہیں اس قسم کی چیزوں سے دلچسپی ہے۔“ اس نے پوچھا۔

”پروفیسر فضول وقت مت بر باد کرو۔“ بوڑھا جھلا کر بولا۔ ”یہ خود بھی ایک نئے قسم کا ریڈیو ایجاد کرنے کی فکر میں ہے۔“

”اوہ.... اچھا.... تو تم اس کے متعلق زیادہ بہتر تنا سکو گے۔“

موت کی آندھی

پروفیسر نے کہا۔ ”سنو.... میرا ایک دوست ریڈیو میں کچھ نئے تجربے کر رہا ہے۔ اچاک  
کل اسے اپنی بنائی ہوئی مشین پر کچھ عجیب قسم کے اشارے موصول ہوئے ہیں۔ اس کا خیال ہے  
کہ وہ اشارے مردخ سے آرہے ہیں۔“

”اوہ جی....!“ فریدی نے اسامنہ بنا کر بولا۔ ”میں سمجھا تھا شانک کوئی خاص بات ہوگی۔“

”خاص بات....!“ پروفیسر نے حیرت ظاہر کرتے ہوئے کہا۔ ”یہ کوئی خاص بات ہی نہیں۔“

”بالکل نہیں....!“ فریدی نے پہنچنے ہوئے لاپرواں سے کہا۔ ”کوئی تمہارے دوست کو  
یہ تو قوف بن رہا ہے۔“

”کیا مطلب....!“

”تارے جتاب۔“ فریدی نے میز پر پتے رکھ دیئے اور پروفیسر کی کی طرف مڑ کر بولا۔ ”میں  
نے اپنی عمر جنگ مارنے میں نہیں گزاری۔“

”میں یہ نہیں کہہ رہا۔“ پروفیسر مسکرا کر بولا۔

”کیا آپ کا دوست کسی اوپنجی جگہ رہتا ہے۔“

”ہاں وہ میکسیکو میں رہتا ہے۔“

”نہیں تو وہ کسی کی منتشر کی ہوئی ریڈیویائی لمبروں سے یہ تو قوف بن رہا ہے۔“

”لیکن اس کے مطابق وہ لمبrios اور کی ہیں۔“

”یقیناً اوپر کی ہوں گی۔“ فریدی مسکرا کر بولا۔ ”اسے مطلع کر دو کہ ابھی نئے تجربوں کے  
چکر میں نہ پڑے۔ وہ ابھی شانک کچھ نہیں جانتا۔... اس کی قیام گاہ سے تم بیچالیس میل کی دوری  
پر اگر کوئی ناقابل انتشار اور جوزہ سمت میں چلنے والی شعائیں اوپر کی طرف پھیلنے تو وہ اس کے  
سیٹ پر مجھر ڈگری کے زاویے سے گر سکتی ہیں اور وہ یہ سمجھ سکتا ہے کہ اسے اوپر سے کوئی اشارہ  
موصول ہوا ہے۔ مردخ والے اتنے چند نہیں کہ امازوں کو اشارے کیا کریں۔“

”اوہ....!“ پروفیسر مسکرا کر بولا۔ ”میں اس سائنس سے ناداواقف ہوں.... کیا تم میرے  
لئے اپنی دلیل لکھ سکتے ہو۔“

”لکھو.... میں بوتا ہوں۔“ فریدی نے پتے سیٹھنے ہوئے کہا۔

”اوہ.... قلم.... میں اپنا قلم بھول آیا ہوں۔“

"خیر کوئی بات نہیں۔ لو قلم یہ رہا۔" فریدی نے اپنا قاؤنٹین پن اس کی طرف بڑھا دیا۔  
اس نے قلم لے کر اپنا چمچی چینڈ بیگ کھولا اور اس میں سے کاغذ ٹکالے لگا۔ فریدی سمجھیوں  
سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ فتحاً اس نے ایک گہری سانس لی اور پتہ پھینک کر بوڑھے مارش کی  
طرف دیکھنے لگا۔

فریدی بو تارہ اور کو لمبیا یوں سورٹی کا پرو فیسر لکھتا رہا۔

"ٹھکریے۔" اس نے فریدی کا قلم واپس کیا۔

"کوئی بات نہیں۔" فریدی نے کہا اور سکیل میں مشغول ہو گیا۔

حمدہ حیرت سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"تم دیکھتے کیا ہو۔" فریدی نے کہا۔ "دماغِ شخصدار کھ کر کھیلو۔... کیا وہ سکی نے تمہاری عقل  
عی چوپٹ کر دی ہے۔"

"کگ..... کیم..... کاف..... کاف.....!" حمید ہکلایا۔

"شٹ اپ.....!" فریدی جھیج کر بولا۔ "چپگاڑ کی طرح.... چپگاڑ کہیں کے۔"

حمدہ خاموش ہو گیا۔... اُس کے چہرے پر بے بسی چھاگئی۔

"بوائے.....!" بوڑھا مارٹن چھینا۔ "زم لاو زم.....!"

"میں رم نہیں پیتا۔" فریدی ہونٹ سیکر کر بولا۔

"تو پھر کیا پیو گے۔"

"اگدھی کا دودھ۔" فریدی نے جھلا کر کہا اور پتہ میز پر ٹھنڈیئے۔

"کیوں کیا اب نہیں کھیلو گے۔"

"نہیں.....!"

"سو ناچا ہتھے ہو۔"

"نہیں۔"

"پھر کیا چاہتے ہو۔"

"نہیں متی پریاں..... ساز کی لمبیں پر چکتی ہوئی رنگیں مجھیاں۔" فریدی اس کے چہرے

کے سامنے انگلی نچا کر بولا۔

”اب چڑھ رہی ہے۔“ بوز حمار شن قیقهہ لگا کر بولا۔

”سنیار!“ فریدی میز پر جھک کر آہستہ سے بولا۔ ”کیا نام ہے اس کا.... نسلی فرائ  
والی.... کورنیا....؟“

”اوہ کورنیا.... کتنا حسین نام ہے.... کورنیا۔“

”کیوں؟ کیا بات ہے۔“ مارٹن نے آنکھ مار کر مسکراتے ہوئے پوچھا۔

”پچھے نہیں.... پچھے نہیں.... ابھی تک تمہاری زم نہیں آئی.... میں مارٹنی پیوں گا۔“  
بڑی رات گئے تک وہ تینوں ریشور ان میں بیٹھے خوش گپیاں کرتے رہے۔ کولبیا یونیورسٹی کا  
پروفسر جاپکا تھا.... تھوڑی دیر بعد فریدی اور حمید بھی اپنے کینوں کی طرف لوٹے۔

راتے میں حمید نے کچھ بولنا چاہا۔ فریدی نے اُسے چپ کر دیا۔

”خاموش رہو۔ کل بات کریں گے پروفسر میرا امتحان لے رہا تھا۔ اُسے ہم پر شبہ ہو گیا  
ہے۔ وہ کم از کم آج رات بھر میرے چیچے لگا رہے گا اور خدا راتم رات بھر سونا نہیں.... اگر کہیں  
اردو میں بربادانے لگے تو سب چوپٹ ہو جائے گا۔“

حمدی ساری رات جاگتا رہا۔

دوسرے دن صبح ناشتے کے بعد وہ دونوں عرشے پر نکل آئے.... یہاں کچھ عجیب یہجان برپا  
تھا۔ ایک کشی کھو گئی تھی جس کی تلاش جاری تھی اور تھوڑی دیر بعد یہ اطلاع ملی کہ کولبیا  
یونیورسٹی والا پروفیسر بھی غائب ہے۔

”وہ اپنا جری ہینڈ بیک ضرور ساتھ لے گیا ہو گا۔“ فریدی نے کہا۔

”کیا مطلب....؟“ حمید نے چوک کر کہا۔ ”کیا وہ حق مجھ فرار ہو گیا۔“

”معلوم تو ہی ہوتا ہے۔“ فریدی نے کہا۔ ”اور اب مجھے اپنی کامیابی کا یقین ہو گیا ہے....  
مگر افسوس وہ نکل گیا۔“

”صف صاف کیجئے۔“ حمید الجھ کر بولا۔

”اس کا چرمی بیک میرے پاس ہے۔“ فریدی نے کہا۔

”ہو گا....؟“ حمید نے غصہ سے کہا اور دوسری طرف دیکھنے لگا۔

”اچھا.... اچھا شاید تم پوری داستان سننا چاہتے ہو۔“ فریدی نے کہا۔

حید نے کوئی جواب نہ دیا۔

”کل جب وہ اپنے ہند بیگ سے کاغذ نکال رہا تھا تو میں نے اس میں ایک تہہ کیا ہوا سفید رومال دیکھا تھا اور ایک رومال میز پر پڑا تھا جس سے وہ اپنا منہ پوچھتا تھا.... کیا سمجھے.... رات وہ بار بار میرے کیبین میں جماںک رہا تھا۔ غالباً تمہاری طرف بھی گیا ہو گا۔ تم شاید جاگ رہے تھے.... ہاں تو مجھے اسی وقت سے فکر ہو گئی تھی کہ کسی طرح اس کا چھپی ہند بیگ اڑاکوں.... میں نے ایک بار محسوس کیا کہ وہ میرے کیبین میں کنجی کے سوراخ سے جماںک رہا ہے۔ میں سوتا بن گیا۔ تھوڑی دیر بعد میں بھی کیبین سے نکلا اور عسل خانے کی طرف چلا گیا.... واپسی میں میں نے اسے پھر اپنے کیبین کے پاس دیکھا۔ لیکن میں نے جان بوجھ کر سیٹی بجانی شروع کر دی۔ جس کی آواز سن کر وہ چھپ گیا۔ میں کیبین میں لوٹ آیا۔ پھر مجھے ایک تدبیر سوچھ گئی۔ میں نے ایک موم ہتی نکالی اور اس طرف چلا گیا.... وہ خالی بیچھاں رکھے ہیں.... ان چیزوں کے پیچھے جا کر میں نے موم ہتی روشن کی۔ وہ میرے پیچھے لگا ہوا تھا.... میری اس حرکت پر اس کا استھناب ضرور بڑھ گیا ہو گا۔ موم ہتی میں نے وہیں رکھ دی.... اور چیزوں کی آڑ لیتا ہو ادوسری طرف نکل گیا۔ میں نے دیکھا کہ وہ چیزوں کے انبار سے لگا بیٹھا دوسری طرف جماںکنے کی کوشش کر رہا ہے۔ اس کی پیٹھے میری طرف تھی۔ میں وہاں سے سیدھا اس کے کیبین میں پہنچا اور اس کا ہند بیگ اڑا لیا.... اور پھر اسے سلپنگ گاؤں کے پیچے چھپائے ہوئے پھر چیزوں کی طرف لوٹا۔.... ابھی تک اسی حالت میں بیٹھا چیزوں کے پیچھے کا حال معلوم کرنے کی کوشش کر رہا تھا.... میں نے موم ہتی بھائی اور چیزوں کی آڑ سے نکل آیا۔... اپنے کیبین میں آکر میں نے ایک کتاب انھیں اور پھر میں بھی رات بھر جا گتا رہا۔

”تو وہ رومال آپ کو مل گیا۔“ حید نے جلدی سے پوچھا۔ ”کیسا ہے۔“

”معمولی چیز سب ہوتے ہیں۔ ایک کونے پر حینہ کا نام کڑھا ہوا ہے۔“

”لیکن وہ بھاگ کیوں گیا۔“ حید نے پوچھا۔

## حیرت انگلیز انکشاف

”اس کے چھی بیک میں اس کی ڈائری بھی تھی۔“ فریدی نے کہا۔ ”اس ڈائری سے اس کی شخصیت کا راز افشاہ ہو جاتا ہے۔ لیکن اس کا راز تو مجھے پہلے ہی سے معلوم تھا۔“

”وہ کون تھا۔“ حمید نے بے ساختہ پوچھا۔

”سرپرچمال....!“ فریدی نے مسکرا کر کہا۔ ... حمید اچھل پڑا۔

”کیوں مذاق کرتے ہیں۔“ وہ نہ کر بولا۔ ”اس کی تواش....!“

”ہاں ہاں اس کی لاش ملی تھی۔“ فریدی نے کہا۔ ”اور وہ لاش اس کی نہیں بلکہ جبار کی تھی۔“

”سرپرچمال بھلا اسے کیوں زندہ چھوڑتا۔“

”جبکہ بھلا سرپرچمال کیسے ہو سکتا ہے۔“

”جیسے میں پروفیسر رابرٹ لاسکلی ہو سکتا ہوں.... جیسے تم مکارنس ہو سکتے ہو.... سرپرچمال جیسے فضیل ہو سکتا ہے۔“ فریدی مسکرا کر بولا۔ ”کیا ایک لاش کا میک اپ نہیں کیا جاسکتا.... میں نے لاش کو ڈی۔ آئی۔ جی کے سامنے دیکھا تھا اور اسے یہ بھی نکلتے سمجھا دیا تھا۔ کیا تمہیں یاد نہیں کہ لاش والے کرے میں ڈی۔ آئی۔ جی اور میں تھا تھے۔ اس وقت صحیح منتوں میں اس کیس کی اہمیت سے آگاہ ہوا تھا اور پھر میں نے وہ پلات بنا لیا جس سے سرپرچمال آسانی سے دھوکا کھا گیا۔ بہر حال کہنے کا یہ مطلب کہ میری اور تمہاری ملازمت بدستور برقرار ہے.... البتہ بیکارے پر نہنڈٹ کو اس راز کے ظاہر ہوتے ہی بڑی کوفت ہو گی۔“

”تو آپ نے یہ مجھے پہلے ہی کیوں نہیں بتا دیا تھا۔“ حمید نے کہا۔

”محض احتیاط کی خاطر۔“

”تو کیا آپ مجھ پر اعتبار نہیں کرتے۔“

”یہ بات نہیں پیدا رہے۔ تم اکثر نادانی میں غلطیاں کر جاتے ہو۔ مثلاً کل ہی کو جب میں اُسے ریٹرو والا مسئلہ سمجھا رہا تھا تو تم احمدتوں کی طرح میری طرف تاک رہے تھے۔“

حمد خاموش ہو گیا۔

”سرپتھمال کی ذائقے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ خود بھی اس رومال کی اہمیت سے واقف نہیں ہے.... اور وہ کسی کے لئے کام کر رہا ہے۔“ فریدی نے کہا۔

”بہر حال نہیں ہو شاید رہتا چاہئے۔“ حمید نے کہا۔ ”میرا خیال ہے کہ وہ اس جہاز میں اکیلا نہیں تھا۔ کیونکہ چلتے جہاز سے کشی اتنا نہ اور پھر اس میں بینڈ کر نکل جاتا کسی اکیلے آدمی کے بس کا روگ نہیں۔“

”تمہارا خیال درست ہے۔“ فریدی نے کہا۔ ” بلکہ مجھے تو اسی میں شہید ہے کہ وہ جہاز سے چلا کیا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے۔“ حمید نے کہا۔ ”اور پھر اسی صورت میں جب کہ وہ بھیس بدلتے میں کافی مہارت رکھتا ہے۔ اسی قسم کی موقع رکھنی چاہئے۔“

”بہر حال نہیں اب اور زیادہ محاط رہنا پڑے گا۔“ فریدی نے کہا۔

”میں نے کل رات ہی کو دوسری ایک دوسرا رومال تیار کر لیا ہے اور وہ اس وقت اس پینڈ بیک میں موجود ہے اور پینڈ بیک کیبین میں ہے.... اور ہم کسی غنی واردات کے خطر۔“

”کیا مطلب....!“ حمید چونکہ کربولا۔

”پکھ نہیں۔ فی الحال پکھ کہا نہیں جا سکتا۔“ اور پھر دونوں ریسٹوران کی طرف گئے۔

جہاز سمندر کا مٹالم سینڈ چیر تاپکولے لیتا اپنی منزل مقصود کی طرف بڑھتا جا رہا تھا۔ سورج کی کرنیں چاروں طرف پھیلی ہوئی لہروں پر چکدار جال بن رہی تھیں۔ سر پر نیلا آسمان اور حد نظر تک پھیلا ہوا پائی۔.... حمید مظفر کی یکسانیت سے اکتا گیا تھا۔ اس دوران میں دو ایک بار اس کی طبیعت بھی خراب ہو گئی تھی۔ لیکن فریدی کی احتیاطی تذکیر نے پیاری کو آگے نہ بڑھنے دیا.... ابھی دو دن کا سفر اور باقی تھا.... حمید کو سرپتھمال کے اچانک غائب ہو جاتے سے ابھن سی ہو گئی تھی۔ اسے یقین تھا کہ وہ جہاز ہی پر موجود ہے اور ابھن کی وجہ بھی ہی تھی۔ کہیں کسی وقت حملہ نہ کر پہنچے.... اس وقت بھی وہ ریسٹوران میں بینڈ اسی کے متعلق سوچ رہا تھا۔ برخلاف اس کے فریدی کے رویے سے ظاہر ہو رہا تھا جیسے کوئی بات ہی نہ ہو۔ وہ اس وقت بوڑھے مارٹن کو چھینز چھینز کر خود بھی قبیلے اگارہا تھا.... دو تین لڑکیاں بھی موجود تھیں۔ لیکن حمید اس وقت لڑکیوں میں دچپی لینے کے موڑ میں نہیں تھا۔

"کیوں مک...!" فریدی حمید کی طرف مخاطب ہو کر بولا۔ "تم اس وقت کچھ اوس نظر آرہے ہو۔"

"م... م... مف... مف...!" حمید ہکایا۔

"ش اپ...!" فریدی زور سے چینا۔ پھر قہقہہ مار کر ہٹنے لگا۔ لڑکوں نے بھی اس کا ساتھ دیا اور حمید خون کے گھوٹ پی کر رہ گیا۔

"بیچارا ہکام...!" ایک لڑکی اس کے چہرے کے قریب انگلی نچا کر بولی۔ حمید پہلے تو جھایا، لیکن پھر سکرا کر اسے آنکھ مار دی۔

"کچھ بھی ہو۔ یہ محبت کرنا جانتا ہے۔" فریدی حمید کی پیٹھے ٹھوٹکا ہوا بولا۔

"اس سے تو کوئی پاگل اور لکھنچی لڑکی ہی محبت کر سکتی ہے۔" ایک لڑکی نے کہا۔

حمد خاموش رہا۔ فریدی لڑکوں کے مذاق میں دل کھول کر حصہ لے رہا تھا۔ کچھ دیر بعد حمید خاموش رہا۔ آخر کوئی حد بھی ہے لا پروائی کی۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ سر عتحال سینیں کہیں قریب ہی موجود ہے وہ کوئی احتیاطی تدبیر نہیں کر رہا۔ معلوم نہیں اس کا اگلا قدم کیا ہو گا۔ ممکن ہے چھپ کر کسی وقت حملہ کر بیٹھے۔

آخر کار فریدی اٹھا۔ اور دونوں اپنے کیبوں کی طرف آئے۔ اور دوسرے لمحے میں فریدی نہیں طرح گرج رہا تھا۔ کیبین میں سوت کیس کھلے پڑے تھے۔ بستر کی جہیں الٹ پلٹ ڈالی گئی تھیں۔ بہر حال سارا سماں بے ترتیب سے بکھرا پڑا تھا۔ فریدی نے چیچی کر سارا کیبین سر پر اٹھایا۔ ادھر ادھر کے سافر اکٹھا ہو گئے۔

"یہ دیکھو...!" ذرا یہ بد انتظامی دیکھو۔ جہازوں پر بھی چور گھننے لگے۔" فریدی مجمع کی طرف مخاطب ہو کر چینا۔ "میں ریستوران میں تھا۔ اور یہاں کوئی گھس آیا۔"

اور پھر وہ چینتا ہوا کپتان کے کیبین کی طرف چلا گیا۔ مجمع اس کے چیپھے تھا۔

"آخر یہ کیا مذاق ہے۔" وہ کپتان کو مخاطب کر کے چینا۔

"کیا بات ہے۔"

"میرے نیبن میں چور گھس اتھا۔"

"چور...!" کپتان چوک کر بولا۔ "کیا مطلب۔"

”آپ چور کا مطلب نہیں جانتے۔“ فریدی مجھ کو حاضر کر کے طرفیہ انداز میں بولا۔ اور تھوڑی دیر بعد کپتان فریدی کے سکبین میں اس کا بیان قائمیند کر رہا تھا۔.... کہی اور لوگ بھی سکبین میں موجود تھے۔

”میں کل رات کو عرشے کے دریان حصے میں بیٹھا تھا۔“ فریدی کہنے لگا۔ ”اس حصے میں جہاں خالی چیزوں کے ڈھیر ہیں۔ میں وہاں تقریباً آدھے گھنٹے تک رہا۔.... جب وہاں سے واپس آیا تو وہاں میں نے ایک چرخی پینڈ بیک دیکھا جو میرا نہیں تھا۔ کچھ تو نئے کی جھوک اور کچھ نیند کا غلبہ میں میں نے اس کی طرف کوئی دھیان نہ دیا اور سو گیا۔.... صحیح میں نے خیال کیا کہ اسے آپ کے حوالے کر دوں گا لیکن بھول گیا۔.... اچاہک رسوتوران میں بھتی یاد آیا کہ اُس پینڈ بیک کو اگواری آفس میں دے دوں۔.... اور یہی میں سکبین میں آیا تو یہ حالت دیکھی۔.... وہ پینڈ بیک بھی غائب ہے۔ صحیح میں نے اسے دیکھا تھا۔“

”اس بیک میں کیا تھا۔“ کیپٹن نے پوچھا۔ ”مجھے اچھی طرح یہ نہیں۔ لیکن اتنا ضرور کہہ سکتا ہوں کہ اسکیں کوئی قابل ذکر چیز نہیں تھی۔“ ”عجیب معاملہ ہے۔“ کپتان نے کہا۔.... اس کی آنکھوں سے بے اعتمانی ظاہر ہو رہی تھی۔ ”آج نہ جانے کتنی حرمت انگیز باتوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔.... کوئی بہت ہی پُر اسرار۔.... ہاں لیکن یہ تو بتائیے کہ آپ رات کو وہاں چیزوں کے پیچھے کیا کرنے گئے تھے۔“

”اپنے بناۓ روپیو سیٹ پر مرغ کے باشندوں کے پیغامات سننے کی کوشش کر رہا تھا۔“ فریدی نے کہا۔

”ایک اور حرمت انگیز انکشاف۔“ کپتان نے طرفیہ مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ ”اوہ تو شاید تم مذاق سمجھتے ہو۔“ فریدی غصے سے بولا۔ ”مکار فس کہاں ہو، اوہ یہ کہخت کہاں مر گیا۔ خبروں میں دکھاتا ہوں تھیں۔....!“

”فریدی نے ایک سوت کیس کھول کر ایک عجیب قسم کی مشین نکالی جس میں بے شمار تار اور مشینے کی نکلیاں گئی ہوئی تھیں۔.... اور پھر اسے ایک بیڑی سے نسلک کر دیا۔.... دو ایک پر زے ادھر اور ہر کئے۔.... مشین میں پہلے تو گھر گمراہت پیدا ہوئی۔.... پھر ”چوں چوں۔.... چرچ۔.... چرچ۔....“ کی آوازیں آنے لگیں۔ لیکن یہ آوازیں کسی جانب اڑا شے کی تھیں۔.... کپتان اور

و درے لوگ حیرت سے کبھی مشین کی طرف دیکھتے تھے اور کبھی فریدی کی طرف۔

”دیکھا کپتان۔“ فریدی فخریہ انداز میں بولا۔ ”کسی دن یہ ”پوں چوں“ ایک صاف سنائی دینے والے پیغام میں تبدیل ہو جائے گی۔“

فریدی نے بیٹری کا تار الگ کر دیا اور آواز آئی بند ہو گئی۔

”بہت اچھے پروفسر لاسکلی۔“ بوڑھا مارٹن پر جوش آواز میں چینا۔  
کپتان کچھ متاثر ہوتا نظر آنے لگا۔ فریدی اُسے قہر آکوڈنگا ہوں سے گھور رہا تھا۔

”کوئی چیز چوری ہو گئی۔“ کپتان نے پوچھا۔ اس کے لمحے میں ندامت تھی۔

”یہی تو حیرت انگیز بات ہے۔“ فریدی بولا۔ ”عجیب بد تمیز چور ہے۔ جب اس نے کوئی چیز چ رائی نہیں تھی تو پھر اس نے خواہ خواہ میر اسلام کیوں بکھر دیا۔۔۔ اور پھر وہ ہینڈ بیک کیسا تھا، جو نہ اسرار طریقے پر غائب بھی ہو گیا۔“

”لیکن وہ تمہارے اس ریڈی یو سیٹ کے چکر میں نہ آیا ہو۔“ کپتان نے کہا۔

”ہو سکتا ہے۔“ فریدی نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ ”مگر وہ ہینڈ بیک۔“

”یہی میں بھی سوچ رہا ہوں۔“ کپتان نے کہا۔

تحوڑی دیر بعد جمع برخاست ہو گیا۔ فریدی اور حمید تمہارہ گئے۔

حمد نے کچھ نہ کچھ بولنے کی کوشش ہی کی تھی کہ فریدی نے اُسے ڈانٹ دیا۔

پھر آہستہ سے بولا۔ ”عرشے پر چلو۔“

عرشے پر پہنچ کر دونوں رینگ سے نکل گئے۔

”ہم وہاں کوئی گفتگو نہیں کر سکتے تھے۔“ فریدی بولا۔ ”ہماری ہجرانی ہو رہی ہے۔“

”آخر آپ نے یہ ڈھونگ کیوں پھیلایا ہے۔“ حمید نے کہا۔

”میں نے جو کچھ سوچا تھا وہی ہوا۔ سر بیتحال جہاز ہی پر موجود ہے۔۔۔ گھبراہٹ میں وہ روپوش ہو گیا۔ لیکن اب اُسے افسوس ہو رہا ہو گا۔ اگر میر اندازہ غلط نہیں ہے تو وہ ردمال کے معاملے میں دھوکا کھا گیا ہو گا۔“

”یعنی۔۔۔!“

”اگر وہ حقیقت ردمال کے راز سے خود واقف نہیں ہے تو میرا بٹلی ہوا نظری ردمال جو میں نے

اُس کے پینڈ بیگ میں رکھ دیا تھا۔ اُسے مطمئن کر دے گا.... میں نے اس کی ڈائری بھی اُسی میں رہنے دی ہے۔ اس طرح وہ کم از کم مجھ پر شہبہ کرتا چھوڑے گا.... مگر نہیں اس نے اپنی دانست میں ہمیں دھوکا دینے کی کوشش کی اور یہ ظاہر کر کے کہ وہ جہاز سے فرار ہو گیا ہے.... اپنا پینڈ بیگ نکال لے گیا۔ بہر حال اب یہ دیکھنا ہے کہ میرے اس بیان سے جو میں نے کپتان کو دیا ہے اُس پر کیا اثر پڑتا ہے۔"

"مگر یہ مشین کہاں سے نکل پڑی تھی۔" حمید نے پوچھا۔

"بھی اسے بنانے میں میرا ایک دن برباد ہو گیا تھا۔" فریدی نے کہا۔ "بہر حال اُسے ظاہر کرنے کا موقع جلد آگیا۔ میں جو رول ادا کر رہا ہوں آخر اُس کا کوئی میکنیکل ثبوت بھی تو ہونا چاہئے۔"

"اور وہ آواز... بھی!" حمید نے پوچھا۔ "وہ تو حقیقت کسی ذی روح کی آواز معلوم ہوتی تھی۔"

"وہ ذی روح ایک الہمرسیدہ چوہا ہے۔" فریدی مسکرا کر بولا۔ "جو اس مشین میں بند ہے۔ مشین میں بینی لگاتے ہی اس کی دوچھوٹیوں کے نجی میں دبنتے لگتی ہے اور وہ چینشاہروں کو دیتا ہے۔"

حمدیہ بے اختیار نہیں پڑا۔

"اور اس طرح مردخ کے باشندوں کی آواز ہم تک پہنچتی ہے۔"

فریدی اُسے آنکھ مار کر مسکراتا ہوا بولا۔

"آپ نے اپنا سارا پروگرام مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا تھا۔" حمید نے منہ بنا کر کہا۔

"تم تو بعض اوقات کسی خبر خواہ یوں کی طرح احتساب کرنے لگتے ہو۔" فریدی نے مسکرا کر کہا۔

"بس دیکھتے جاؤ۔ مداری کے جھولے سے ابھی اور کیا کیا لکھتا ہے۔"

"تو کیا آپ سمجھتے ہیں کہ سر بھتھاں اس سے مطمئن ہو گیا ہو گا۔" حمید نے کہا۔

"اگر مطمئن نہ ہوا ہو گا تو الجھن میں ضرور پڑ جائے گا۔ اب میری باری آئی ہے۔"

فریدی نے کہا اور سگار سلاکا نے لگا۔

"الجھن میں کیوں پڑ جائے گا۔" حمید نے پوچھا۔

"محض اس لئے کہ اگر میں نے اس کا پینڈ بیگ اڑایا ہوتا تو اس کے متعلق کپتان کو کبھی نہ بتاتا.... اور نہ اسے اتنی لاپرواں سے کیہیں میں ڈال دیتا.... اس نے میرا سامان الٹ پلٹ کر

دیکھا ہے.... کیوں؟" کیا اس نے نہیں کہ میری صحیح شخصیت کے متعلق معلوم کر سکے.... مگر دہاں بیچارے کو کیا تا۔.... مگر تم اب بہت زیادہ محتاط رہتا۔.... تمہاری طرف۔۔ مجھے خطرہ ہے کہ کہیں ہمارا راز کھل نہ جائے۔"

ابھی وہ گفتگو کر ہی رہے تھے کہ بوڑھا مارٹن انہیں اپنی طرف آتے دکھائی دیا۔ دونوں خاموش ہو گئے۔

"بیلو پر و فیسر....!" بوڑھا مارٹن بولا۔ "اس چوری کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے۔"

"پچھے سمجھ میں نہیں آتا۔" فریدی نے کہا۔

"کولبیا یونورسٹی کا پر و فیسر غائب ہے۔" مارٹن نے کہا۔

"تمہاں غائب ہے۔" فریدی نے جریت کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"صحیح سے غائب ہے اور ایک کشی بھی غائب ہے۔"

"یعنی....؟" فریدی پوچھ کر بولا۔

"کل رات وہ تم سے مرخ و والوں کے اشاروں کے متعلق گفتگو کر رہا تھا۔"

بوڑھا مارٹن آنکھ مار کر بولا۔" کیا یہ ممکن نہیں کہ وہی تمہارا ریڈ یو چرانے کی نیت سے تمہارے کہیں میں داخل ہوا ہو۔"

"لیکن ریڈ یو سیٹ تو محفوظ ہے۔" فریدی نے کہا۔

"ممکن ہے کوئی اور آکلا ہو اور اسے چڑائے بغیر ہی وہ نکل گیا ہو۔"

"مگر تم کہتے ہو کہ ایک کشی بھی غائب ہے۔ ظاہر ہے وہ دن کو تو فرار ہو نہیں سکتا.... اور چور دن میں گھسا تھا۔" فریدی نے کہا۔

"چور شاہزاد رات ہی کو گھستا۔.... مگر تم نے اس کا موقع نہیں دیا۔" مارٹن بولا۔

"وہ رات کو تمہارے کہیں میں اپنا پینڈ بیک چھوڑ گیا تھا.... اسے توقع تھی کہ تم اس پینڈ بیک کو اُسی وقت کپتان کے پاس لے جاؤ گے اور اسے تمہارے کہیں میں گھسنے کا موقع مل جائے گا۔ لیکن تم نے ایسا نہ کیا۔ رات بھر وہ تمہارے کہیں ہی میں رکھا رہا۔.... لہذا صحیح جب تم ریسٹوران میں تھے تو وہ تمہارے کہیں میں گھسا لیکن تاکامیاب ہونے پر اپنا پینڈ بیک لے کر نکل گیا۔"

"اوہ....؟" فریدی مارٹن کو تحریر آمیز نظروں سے گھوڑا ہوا بولا۔ "تم واقعی ایک ایسے

جا سوں ثابت ہو سکتے ہو۔"

"ع..... ع..... خل..... خلیل....! " حمید ہکلایا۔

"شٹ آپ....! " فریدی جھنجلا کر چینا۔

مدشن۔، تھا شہنئے لگا.... حمید کا نچا جڑا بھی اسک متحرک تھا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ کچھ کہنے کی کوشش کر رہا ہو.... فریدی نے غصہ سے گھور کر اُسے دیکھا اور حمید کے جڑے کی حرکت اچانک بند ہو گئی۔ اس نے اپنے دانت بھینچ لئے تھے۔

"بیچارہ ملکار نس.... بھو....! " ارشن بولا۔

حمدید قہر آلوں نظروں سے اُسے گھورنے لگا....

"تو وہ میرا سیٹ چ رانا چاہتا تھا.... میں اس کا سر توڑوں گا۔" فریدی متحیاں بھینچ کر آہستہ سے بڑا بولایا۔

"بہتر یہ ہے کہ اس کی حفاظت کرو۔" بوڑھا مدارش مسکرا کر بولا۔

"خیر دیکھا جائے گا۔" فریدی نے کہا اور سوچنے لگا۔

## رومال کاراز

پھر بقیہ سفر میں کسی حرم کا کوئی ناص واقعہ پیش نہیں آیا۔ البتہ جہاز میں کشی اور کولنیاواں پر ویسر کی گمشدگی کی وجہ سے بیجان ضرور رہا۔ حمید کو افسوس تھا کہ سر پنجھاں اس طرح ہاتھ آکر نکل گیا۔ لیکن فریدی کچھ اور ہی سوچ رہا تھا۔ اُسے تو اراسل اس رومال کا راز معلوم کرنے کی لگر تھی جس کی بدولت اتنے قتل ہوئے تھے اور یہ بھر اس کے ذہن نہیں ہو چکا تھا کہ سر پنجھاں بھی اُس کے راست سے واقف ہے۔ لہذا اُسے اب اُس ہستی کی لگر تھی جس نے سر پنجھاں کو رومال حاصل کرنے کے لئے مقرر کیا تھا۔ سر پنجھاں کی ڈائری سے یہ بات واضح ہو گئی تھی۔ وہ یہ کام کسی اور کے لئے کر رہا تھا۔ اُس کے اچانک غائب ہو جانے سے فریدی پھر اندر ہیرے میں ہاتھ پاؤں مارنے پر مجبور ہو گیا.... ابھی تک اس کی سمجھے میں یہ بات نہیں آئی تھی کہ آئندہ وہ کیا کرے گا، رومال اب بھی اس کے پاس تھا لیکن بیکار.... بھلا اُس رومال سے وہ کیا حاصل کر سکتا تھا.... ایک

معمولی سارہ مال اور بس..... لیکن اسے ایک امید تھی وہ یہ کہ مصر کا محلہ سراغ سر نی اس مسئلے پر روشنی ضرور ڈال سکے گا۔

قابوہ پہنچ کر وہ ایک ہوٹل میں بُھرے۔ فریدی محسوس کر رہا تھا کہ ان کا تعاقب کیا جائے ہے.... اب اس کی سمجھ میں آیا کہ سرپتھمال غائب کیوں ہو گیا تھا اور پھر اسے اپنا یہ خیال بدلتا ہے کہ وہ ان کے متعلق غلط فہمی میں بُھتا ہو گیا تھا۔ لیکن رومال کا مسئلہ ابھی تک ابھن کا باعث بنا ہوا تھا۔ اگر سرپتھمال کو اپنی غلطی کا علم ہو گیا ہے تو وہ ضرور حملہ کرنے کی کوشش کرے گا۔ اسی صورت میں انہیں کافی حفاظت رہنے کی ضرورت ہے اور وہ رومال.... اس رومال کی حفاظت بھی ضروری تھی۔ فریدی اسے ہر وقت اپنے ساتھ ہی رکھتا تھا۔

ایک دن انہوں نے آرام کیا اور پھر دوسرے دن سے فریدی نے اپنی تفتیش کا سلسلہ شروع کر دیا۔ وہ ایک مصری کے بھیس میں ہوٹل سے تھا نکل جاتا اور پھر کافی رات گئے واپس آتا۔ اس دوران میں حمید کرے میں پڑے پڑے یا تو کتابیں پڑھتا یا پھر کارٹون بتاتا رہتا۔

ایک رات جب فریدی واپس آیا تو پھرے سے یہ نئے تم کا جوش ظاہر ہو رہا تھا۔ آنکھوں میں وعی پر انی چمک خود کر آئی تھی جو اکثر کسی ناقابلِ حل مسئلے کے آسان ہو جانے پر پیدا ہوا کرتی تھی وہ آتے ہی پچھ پر گر پڑا۔

"حید....!" وہ آہستہ سے بولا۔ " دروازے اور کھڑکیاں بند کر کے ان پر سیاہ پردے کھینچ دو۔"

"خیر ہے....!" حمید چمک کر بولا۔

"جلدی کرو۔"

حمد نے دروازے اور کھڑکیاں بند کرے سیاہ پردے کھینچ دیے۔

"بکس سے بیٹھ نکلو۔"

حمد نے قیل کی۔ فریدی نے بیٹھ کا پلگ سوچ بورڈ میں لگادیا۔

"میا چائے بنائے گا۔" حمید نے مکرا کر کہا۔ "کیوں نہ میں بیٹھ کر نیچے سے چائے منگوں لوں۔"

"بکومت....!" فریدی نے کہا۔ "قریب آؤ....!"

فریدی نے جیب سے حینہ والا رومال نکالا اور اسے دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر بیٹھ سے

آدھے بائست کی اوچائی پر تان دیا۔

اور حمید کے دیکھتے ہی دیکھتے رومال کی سفید سٹپ پر سیاہ رنگ کی لکیریں ابھرنے لگیں۔

”اُرے یہ کیا...!“ سید اچھل کر بولا۔

”چیخو نہیں.... آہتہ بولو۔“ فریدی نے کہا۔

حید سوالیہ نگاہوں سے فریدی کی طرف دیکھنے لگا۔

”بر خور دار یہ طریقہ اتفاقیہ دریافت ہو گیا۔“

”لکن ہے کیا بلا۔“

”کوئی نقش.... کسی خاص جگہ کا۔“ فریدی نے کہا۔

”میں ایسا نہیں سمجھتا۔“ فریدی نے کہا۔ ”پھر....!“

”ابھی کچھ نہیں کہہ سکتا۔“ فریدی نے رومال پر ابھری ہوئی تین لکیروں کی طرف دیکھ کر کہا۔ ”یہ کتنے کاسروں کیجھ رہے ہو۔“

حید جھک کر دیکھنے لگا.... ایک لکھ کا سر جس کا منہ کھلا ہوا تھا۔ ایک کٹا جو آسمان کی طرف سراخائے بھوک رہا تھا۔ پھر اس کے پیغمبہ ایک نقش تھا.... اور ایک جگہ جگہ ۹۷۵ ”ہند سے لکھے ہوئے تھے۔ حید نے پھر استھنامیہ نظروں سے فریدی کی ملحفہ دیکھا۔ فریدی نے رومال کو تہہ کر کے جیب میں رکھ لیا۔ بیشہ ہٹادیا گیا۔ ”کچھ سمجھ میں آیا۔“ فریدی نے پوچھا۔

”کچھ بھی نہیں۔“ حید نے کہا۔ ”لکن آپ کو یہ تیر کیسے سوچ گئی۔“

”اتفاقاً یہ راز معلوم ہو گیا۔ آج شام کو تمکن کر ایک پارک کے دریان گوشے میں بیٹھ گیا تھا۔ یہ رومال میرے زانوں پر پھیلا تھا.... اور ہاتھ میں سگار تھا.... شاید سگار کا جلا ہوا حصہ رومال کی سطح سے قریب تھا.... دفعتاً میری نظر رومال پر پڑی اور میں نے دیکھا کہ ایک جگہ کچھ سیاہ لکیریں ابھر آئی ہیں۔ پہلے تو مجھے حیرت ہوئی لیکن پھر سارا معاملہ سمجھ میں آگیا۔ میں نے کئی جگہ سگار کے جلتے ہوئے حصے سے اسی طرح لکیریں ابھاریں اور پھر رومال کو جیب میں رکھ کر سید حافظہ ہی چلا آیا۔ اور اب دوسرا بوجہ دیکھنا چاہتے ہو؟“

فریدی نے حید کی طرف سوالیہ نگاہوں سے دیکھتے ہوئے رومال جیب سے نکالا اور حید کے سامنے پھیلا دیا۔

”اے وہ نقش کہاں گیا۔“ حمید حیرت سے بولا۔

”غائب ہو گیا۔“ فریدی نے آہستہ سے کہا۔ ”جب تک رومال گرم رہتا ہے لیکن دھمکی دیتی ہیں اور خنثدا ہوتے ہی غائب ہو جاتی ہیں.... میرے خیال میں یہ علی فضیل ہی کی جدت معلوم ہوتی ہے۔“

”کیا مطلب....!“

”یہ نقش اسی نے تیار کیا تھا اور شانکہ اسی کی وجہ سے اس کی جان بھی گئی۔“ فریدی نے کہا۔ ”یعنی آپ کا یہ مطلب ہے کہ اس وقت جو لوگ رومال میں دلچسپی لے رہے ہیں وہی علی فضیل کے بھی قاتل ہیں۔“ حمید نے کہا۔

”قطعی حالات سیکھی کرئے ہیں۔“

”کیسے حالات....!“ حمید نے پوچھا۔

”چھوڑو بھی.... ابھی میں نے کھانا نہیں کھایا۔“ فریدی نے کہا۔ ”یہ سپاہ پر دے اب ہٹا دو.... ہم لوگ اس وقت یہیں کمرے میں کھانا کھائیں گے۔“ فریدی نے ٹلی فون پر ہیڈ ویفر کو کمرے ہی میں کھانا بھجوانے کا آرڈر دیا۔ اور پھر ایک کرسی پر بیٹھ کر اوپنچھنے لگا۔ حمید کا اضطراب لختہ بہ لختہ بڑھتا جا رہا تھا۔ لیکن اُسے اچھی طرح معلوم تھا کہ فریدی کھانے سے پہلے ایک لفظ بھی نہ بتائے گا۔ یہ اس کے کردار کی ایک نمایاں خصوصیت تھی کہ جوزبان سے کہتا اسی پر اڑ جاتا۔

کھانے کے دوران میں فریدی بالکل خاموش رہا۔ حمید نے کئی بار گھنکو چھینٹنے کی کوشش کی لیکن فریدی صاف نہیں ہوا۔ وہ سوچ رہا تھا۔ آخر حمید نے بھی طے کر لیا کہ اب وہ اس کے متعلق ایک لفظ بھی نہ پوچھے گا۔

کھانا کھا پکنے کے بعد فریدی نے سگار سلاکیا اور کمرے میں ٹھیٹنے لگا۔ حمید سونے کی تیاری کرنے لگا۔ فریدی نے پلٹ کر دیکھا۔ حمید شب خوابی کا لباس پہن رہا تھا۔ فریدی کے ہوتنوں پر شرارۃ آمیز مسکراہٹ نمودار ہوئی۔

”اور کیا یہ تجھ بخوبیات نہیں کہ علی فضیل کتے کے سر کے قریب قتل کر دیا گیا۔“ فریدی آہستہ سے بڑھ لیا۔

"میا...؟" حمید بے سانتہ بولا۔ "کتے کے سر کے قریب۔" لیکن پھر اسے اپنی غلطی کا احساس ہوا.... لیکن اب کیا ہو سکتا تھا۔ فریدی نے اسے دوبارہ دچھانے پر مجبور کر دیا تھا۔ "ہاں.... میں نے علی فضیل کے قتل کے متعلق ساری تفصیلات معلوم کرنی ہیں.... وہ ایک ایسے علاقہ میں قتل کیا گیا تھا جو بدر و حوش کا مسکن بتایا جاتا ہے۔ وہ یہاں سے اخخارہ میل کی دوری پر سمندر کے کنارے کا علاقہ ہے اور اس علاقے کا نام ہے 'کلب الشیاطین'، یعنی شیطانوں کا کتہ۔" "حمدی بولا۔" اسی بناء پر آپ یہ کہہ رہے ہیں کہ وہ کتے کے سر کے قریب قتل کیا گیا تھا۔

"نہیں.... یہ بات نہیں۔ وہاں کچھ ایک کتے کا سر موجود ہے۔" فریدی نے کہا۔ "کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی۔" حمید نہ اسامنہ بنا کر بولا۔

"بہت اچھے۔" فریدی نہیں کر بولا۔ "بند ا تمہاری موجودگی میں مجھے اس کا احساس نہیں ہوتا کہ میں غیر شادی شدہ ہوں.... آخر تمہاری ادا کیسی اتنی یادویات کیوں ہیں۔"

"چھوڑیے بھی۔" حمید اتنا کر بولا۔ "میں نہ اس کے موذ میں نہیں ہوں۔"

"خیر.... خیر.... تو میں کیا کہہ رہا تھا.... ہاں.... وہ کتے کا سر....!"

"نہیں تمہارا سر....!" بیچھے سے آواز آئی.... فریدی چونکہ کر پلتا۔ دروازے میں سر پھال اپنی اصلی خل میں کھڑا مسکرا رہا تھا۔ اس کے ہاتھ میں دبے ہوئے پستول کا رخ فریدی اور حمید کی طرف تھا۔

"حسینہ والا رومال نکالو۔" اس نے آہتہ سے کہا۔ فریدی خاموش رہا۔

"میں نہیں چاہتا کہ ہوٹل میں پستول کا دھماکہ گونجے۔" سر پھال نے آگے بڑھتے ہوئے آہتہ سے کہا۔ "اگر تم نے اسی پر مجبور کیا تو۔"

"آؤ بھجو!" فریدی مسکرا کر بولا۔ "اتھی بھی کیا عجلت.... تمہارے لئے وہ سکی منگاؤں یا مارٹنی۔"

"بکومت.... جلدی کرو۔"

"مگر تم مر گئے تھے۔" حمید نے کہا۔

"تمہاری ہی وجہ سے مرنا بھی پڑا تھا.... لیکن شام کا ب کی تمہارا نہ ہی باری ہے۔" سر پھال نے کہا۔ "رومال نکالو۔"

"تو واقعی اس وقت تمہارا موڈ بہت خراب ہے۔" فریدی نے کہا۔

"کیا جہا سے ملتے کارادہ نہیں۔"

"جلدی کرو۔ ایسا نہ ہو کہ تمہیں بھی اسی کے پاس پہنچا دیا جائے۔" سر بھحال داتت چیز کربولا۔ فریدی نے جیب سے رومال نکال کر اس کے سامنے ڈال دیا... سر بھحال رومال اٹھانے کے لئے جھکا عی تھا کہ فریدی اس پر ٹوٹ پڑا۔ پتوں اچھل کر دور جا گرا... حمید نے بڑھ کر پتوں اٹھایا... لیکن وہ ابھی سنھلنے بھی نہ پایا تھا کہ اس پر نہ جانے کدھر سے دو آدمی ٹوٹ پڑے... اور پھر اسے ایسا محسوس ہوا جیسے کمرے میں آہستہ آہستہ تار کی پھیل رہی ہو... اور پھر ایک لامتناہی اندر چیرا۔ حمید نہ جانے کب تک بیویو ش رہا... اور پھر جب اسے ہوش آیا تو اس نے دیکھا کہ قریب ہی فریدی ریشم کی ڈوری سے جکڑا چڑا ہے۔

"حید تمہیں ہوش تو آیا۔" فریدی مسکرا کر بولا۔

"ہم کہاں ہیں۔" حمید گھبرا کر بولا۔

"جہاں تھے۔" فریدی نے کہا۔ "گھبرا نہیں سب خیر ہے... بس ذرا انٹھ کر مجھے کھول دو... سر بھحال کے ہاتھوں یہ تیسری چوت ہے۔ اس کے ساتھ پانچ آدمی اور تھے... خیر دیکھا جائے گا۔"

حمید نے انٹھ کر اسے رسیوں کے چیزوں خیم سے آزاد کیا۔

"رومال...؟" حمید نے پوچھا۔

"وہ لوگ لے گئے۔" فریدی نے لاپرواں سے کہا۔

"پھر اب کیا ہو گا۔"

"کچھ نہیں۔" فریدی نے کہا۔ "وہ اس نقشے کو میرے ذہن سے نہیں منا سکتے۔"

"مگر یہ ذات...!"

"اوہ...?" فریدی مسکرا کر بولا۔ "مارنے والے بھی پٹ بھی جاتے ہیں... کون جانے کل ہم اسے صاف ہی کر دیں۔ خیر ہاں تو میں تمہیں کتنے کے سر کے مخلوق تارہ تھا... ساصل سے تقریباً تین فرلاگ کے فاصلے پر سمندر میں کچھ چٹانیں ابھری ہوئی ہیں۔ ان میں سے ایک بالکل کتنے کے سر سے مشابہ ہے ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کوئی دیو پکر کر سمندر کی سطح پر آسمان کی طرف منت اٹھائے بھوک رہا ہو... اسی لئے وہ ساحلی علاقہ کلب الشیاطین کے نام سے مشہور ہے۔ قدیم

زنانے سے یہ روایت چلی آرہی ہے کہ وہ چنانیں غبیث رہوں کا مسکن ہے.... یہ اطلاعات مجھے بیہاں کے محلہ سراغِ رسانی سے ملی ہیں.... بہاں تو اس علاقے میں ماہی گیروں کا ایک گاؤں آباد ہے.... بہاں کے باشندے آئے دن طرح طرح کی افواہیں اڑاتے رہتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ اکثر اس پتھریلے کتے کے منہ سے بجوت نکل کر ساحل پر نہلا کرتے ہیں.... کبھی کبھی اس کتے کے منہ سے گرم ہوا کے جھوٹکے نکلتے ہیں، جو اکثر اتنے تیز ہوتے ہیں کہ ان کی زد میں آئی ہوئی کوئی چیز بھی سوکھے پتے کی طرح اڑتی چلی جاتی ہے.... یہ بھی ساجاتا ہے کہ پچھلے سال اسی کتے کے منہ سے اتنی شدید آندھی چلی تھی کہ پورا گاؤں بباہ ہو گیا تھا۔ اکثر لوگ اب بھی اسے موت کی آندھی کے نام سے یاد کرتے ہیں.... علی فضیل کا قتل اسی علاقے میں ہوا تھا اور یہ حقیقت ہے کہ کسی نے اس کی دونوں ٹانگیں پکڑ کر چیر ڈالی تھیں.... اور یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ وہ اس دوران میں دوسری جنگ عظیم کے کچھ نکلست خوردہ جرمنوں کی علاش میں تھا....“

”واقعی اس بار بڑے عجیب و غریب واقعات پیش آرہے ہیں۔“

”نہیں.... یہ محض اطلاعات ہیں۔“ فریدی نے کہا۔ ”لیکن کل ہم اذھر چلیں گے۔ میرا خیال ہے کہ یہ میرا شاہکار کیس ہو گا۔“ فریدی خود اعتمادی کے ساتھ بولا۔

”اچھا بیہاں کے محلہ سراغِ رسانی والوں کا اس کے بارے میں کیا خیال ہے۔“

”کچھ نہیں وہ اسے محض ضعیف الاعتقادی قرار دیتے ہیں.... پچھلے سال والی آندھی کے متعلق ان کا خیال ہے کہ وہ سائیکلوں تھا.... اور اس قسم کے چھوٹے موٹے واقعات کو بھی وہ بلکہ قسم کے سائیکلوں ہی سے تعبیر کرتے ہیں۔“

”اور علی فضیل کی موت....؟“ حید نے پوچھا۔

”اس کے متعلق ان کا خیال ہے کہ وہ کسی درندے کا خکار ہو گیا۔“

”میرا خیال ہے کہ ہاتھی کے علاوہ کوئی جانور اس طرح ناٹکیں نہیں چڑھ سکتا۔“ حید نے کہا۔ ”تو پھر بہاں ہاتھی کے بیرون کے نشانات ضرور پائے گئے ہوں گے۔“

فریدی پہنچا۔

”نہیں ہاتھی کے بیرون کے نشانات نہیں پائے گئے۔“ فریدی نے کہا۔

”پھر اس کے پاس اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ وہ کسی درندے کی حرکت تھی۔“

”کوئی ثبوت نہیں۔“

”پھر....!“

”اُرے بھی اس کے علاوہ وہ اور کہہ بھی کیا سکتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ کسی انسان سے اس کی توقع نہیں کی جاسکتی۔“

”عجیب و غریب مغلک ہے۔“ حمید نے کہا۔

”علی فضیل یہاں کا بہترین دماغ تھا۔“ فریدی نے کہا۔

”لیکن آخر سر بتحال اس میں کیوں دچکی لے رہا ہے۔“ حمید نے کہا۔

”یہی تو دیکھنا ہے۔“ فریدی بولا۔ ”ہمیں یہ نہ بھولنا چاہئے کہ سر بتحال بھی آدھا جرم ہے

اور علی فضیل کچھ بھاگے ہوئے جرمنوں کا پتہ لگا رہا تھا۔“

”بہر حال یہاں تک تو کچھ کڑیاں ملتی ہیں۔ لیکن انہیں ملانا پڑے گا۔ اس ایک روڈال کے لئے

اتنے قتل ہو گئے.... آخر.... کیوں....؟ اس روڈال میں کلب اشیاطین کا پوشیدہ نقشہ ہوا کیا

معنی رکھتا ہے۔“

فریدی کسی گہری سوچ میں ڈوب گیا۔ حمید بھی خاموش ہو گیا۔

”کیوں نہ ہم اس وقت کے خادٹے کی اطلاع ہوئیں کے خبر کو دے دیں۔“ حمید نے کہا۔

”اسی حرکت بھی نہ کرنا.... نہیں تو بڑی پیشانی میں جلا ہو جائیں گے اور جس کام کے

لئے آئے ہیں وہ وحراہی رہ جائے گا۔“

”کیوں....!“

”اُرے میاں.... اتنی معمولی سی بات نہیں سمجھتے۔ اس کی اطلاع پولیس میں ہو گی اور پھر

اس کا جواب نجماں ہو گا اسے بتانے کی ضرورت نہیں.... خواہ تجوہ لینے کے دینے پڑ جائیں گے۔“

”بہر حال ہمیں اپنی حفاظت کے لئے کچھ نہ کچھ کرنا ہی پڑے گا۔“ حمید نے کہا۔

”اس کا صرف ایک ہی طریقہ ہے کہ ہم جہاں بھی رہیں ہو شیار رہیں۔“ فریدی بولا۔

”ہم کہیں بھی محفوظ نہیں ہیں۔“ حمید نے کہا۔ ”سر بتحال ہمیں نہایت آسانی سے قتل

کر سکتا ہے۔“

”لیکن یہ نہ بھولو کہ وہ خود بھی اب معاملات کو طول نہیں دینا چاہتا۔ ورنہ اسی وقت وہ ہمیں

محکانے لگا دیتا۔ ”

”میرا خیال ہے کہ اس وقت اس نے ہنگے کے خیال سے ایسا نہیں کیا۔ ممکن ہے کہ پتوں کی آواز سے لوگ اکٹھا ہو جاتے اور انہیں یہاں سے نکل جانے میں دشواری ہوتی۔“ حمید نے کہا۔ ”ہم قطعی اس کے قابو میں تھے۔“ فریدی نے کہا۔ ”اگر وہ چاہتا تو ہمارا گلا گھونٹ کر نہایت آسانی سے ہمیں خندنا کر دیا اور کسی کو کافیوں کا ان خبر بھی نہ ہوتی۔“

## کلب الشیاطین

دوسرے دن فریدی اور حمید مختصر سلامان کے ساتھ کلب الشیاطین کے علاقے کی طرف روانہ ہو گئے... وہ دونوں مصر کے شہری باشندوں کے بھیس میں تھے۔ حمید کو پھر گونا گونا پڑا کیونکہ وہ مصری زبان سے قطعی ناولد تھا۔ خود فریدی کو بھی یہاں کی زبان بولنے میں تحفظی بہت دقت ضرور ہوتی تھی۔ اس کی سب سے بڑی وجہ الفاظ کا تلفظ تھا۔ یہاں کی زبان عربی ضرور تھی لیکن فرانس اور اطالیہ کے قرب نے اُسے خاص عربی نہیں رہنے دیا تھا... اور الفاظ کے تلفظ پر بھی اطالووی اور فرانسیسی نے گہرا اثر ڈالا تھا۔ لہذا یہاں فریدی کو چکانا پڑا۔

ساحل سے دو میل اور ہر ہی کلباس کا قصبہ تھا۔ غالباً بھی اس کا نام کلب الشیاطین ہی رہا ہو گا۔ لیکن بعد کی نسلوں نے ازرا و ادنیش مندی اس کے مخفف ہی پر قاعده کی اور اسے کلباس کہنے لگے.... فریدی اور چپڈا ایک سرائے میں اترے.... سرائے کے مالک نے اس کا نام پوچھا اور وہ ہکلانے لگا۔ آخر سرائے کے مالک نے اس کی طرف کاغذ اور پنسل بڑھا دیا۔ فریدی نے اپنا نام ”جیل“ لکھا اور حمید کا ”سیل“ ”گمل“ ”سمبل“ سرائے کا مالک سر ہلا کر بولا۔ اُنہیں ایک کوٹھری مل گئی۔

”دیکھا تم نے مشرق اور مغرب کے ناجائز تعلق کا نتیجہ...!“ فریدی نے حمید سے کہا۔ ”یہ لوگ جیل کو گمل بولنے لگے ہیں۔“

”میرا خیال ہے کہ جنت کو گھنٹ اور جہنم کو گھنٹ کہتے ہوں گے۔“ حمید نہس کر بولا۔ ”کیوں نہ ہم لوگ ایک نظر اس چٹاں کو دیکھ آئیں۔“ فریدی نے کہا۔ ”اور کام تورات سے

شروع کریں گے۔"

"کام سے کیا مطلب ہے آپ کا۔" حمید نے چوک کر پوچھا۔  
"اس چنان کے اندر جانیکار استھاناں کرنا۔" فریدی نے کہا۔ "وہ تنشہ اُسی سے متعلق تھا۔" اور پھر دونوں ساحل کی طرف روانہ ہو گئے۔ آنکاب آہستہ آہستہ ان کے سروں پر آ رہا تھا۔ سمندر کے پانی کی بساند فضائیں پھیلی ہوئی تھیں۔ یہ علاقہ سر بز و شاداب تھا۔۔۔ ریت کے تو دوں کے درمیان بے شمار چھوٹی چھوٹی ہری بھری جھجڑیاں تھیں اور ان کا سلسلہ ڈھلوان زمین تک جہاں سمندر کی لمبی سکراتی تھیں چلا گیا تھا۔۔۔ دور سمندر میں ابھری ہوئی چنانوں کے کئی سلسلے تھے۔۔۔ اور پھر انہیں کلب افیاٹین نظر آگیا۔۔۔ قدرت کی ناشی کا یہ نمونہ بالکل کسی آدمی کا کارنامہ معلوم ہوتا تھا۔ یہاں کے باشندوں کا خیال تھا کہ وہ قدرتی ہے۔ "وہ کتنے کا عظیم الشان سر کسی آدمی کی کارگیری نہیں بلکہ دست قدرت کا کرشمہ ہے۔" میں یہ نہیں مان سکتا کہ یہ قدرتی ہے۔" حمید نے کہا۔

"ہو یانہ ہو ہمیں اس سے غرض نہیں۔ اس سوال کو کسی ماہر آثار قدیمہ کے لئے چھوڑ دو۔" فریدی نے کہا۔ "ہو سکتا ہے کہ یہ بھی ابوالبول ہی کی طرح کسی آدمی کا کارنامہ ہو۔۔۔ ممکن ہے اب سے ہزار سال قبل یہاں سمندرست رہا ہو۔۔۔ لیکن ہمیں اس سے غرض نہیں۔۔۔ ہمیں تو یہ دیکھنا ہے کہ اس کے اندر ہے کیا۔"

حمد خاموش ہو گیا۔ وہ غور سے چنان کی طرف دیکھ رہا تھا۔ چند لمحوں کے بعد اُسے ایسا محسوس ہوا نہ کہا جیسے وہ پتھر یا اور دیو یا پیکر کا منہ چھاڑے ہوئے ان کی طرف آ رہا ہے۔ حمید گمراہ کر پہنچنے لگا۔

"اُرے۔۔۔ وہ ادھر آ رہا ہے۔۔۔؟"

فریدی نے قہرہ لگایا۔ "اصنع ہو۔۔۔ چاروں طرف پھیلا ہوا سمندر دیکھ کر تمہیں پھر آگیا ہے۔"

یہ کہا کیے۔۔۔ شروع جھونکا ان کے جسم سے ٹکرایا اور وہ لہ لہ کھڑا کر پہنچنے لگے۔۔۔ یہ اس سے اٹھا ہے۔" حمید چیخا۔

"ہا۔۔۔ میں نے بھی محسوس کیا ہے۔۔۔ لیکن یہ کوئی تعجب کی بات نہیں۔ ممکن ہے اس

چنان میں چونے کی کان ہو اور سمندر کا پانی و قافو قیاس کے اندر جا کر اسے کھوا دیتا ہو۔ ”

”اور آپ اس کھولتی ہوئی چنان کے اندر مجھے بھی اپنے ساتھ لے جائیں گے۔“ حمید نے کہا۔

”خیر مرنا تو ہم دونوں کو ساتھ ہی ہے۔“ فریدی مسکرا کر بولا۔ ”میں بھی کوئی کام اور حورا

چھوڑنے کا عادی نہیں۔“

حمد نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ جانتا تھا کہ فریدی کو اس کے ارادے سے باز رکھنا تاممکن ہے۔

”میرا خیال ہے کہ یہ ماہی گیروں کی کشتیاں ہیں۔“ فریدی کچھ دور ریت پر اونٹ گی پڑی ہوئی

چند کشتیوں کی طرف اشارہ کر کے بولا۔ ”آج رات ان میں سے ایک ہماری بعد کرے گی۔“

پھر وہ لوگ وہاں سے لوٹ آئے۔ آنے سے قبل فریدی کچھ دیر کنارے پر کھڑا چنانوں کے

سلسلے تک پہنچنے کے امکانات پر غور کرتا رہا۔ سرانے واپس آکر کھانے کے بعد وہ ضروری

انتظامات میں مشغول ہو گیا۔

سورج آہستہ آہستہ مغرب کی طرف بھک رہا تھا۔ سرانے کے باور پھی خانے سے بونے

کے تسلی میں تلی جانے والی پھٹلی کی خوشنگوار اور اشتہا انگیز خوبصورت فضائی منتشر ہو رہی تھی۔

صحن میں دو چار میلے کیلے بنے اچھل اچھل کر کوئی دیہاتی گیت گار ہے تھے۔ ان کے قریب ہی ایک

خارش زدہ کتا پڑا اونچا رہا تھا۔ سرانے کا مالک ایک چوکی پر برآمدے کے ستون سے ٹیک لگائے

آنکھیں بند کئے بیٹھا تھا، کبھی کبھی وہ ایک آنکھ کھول کر شور چاٹتے ہوئے پچوں کی طرف لاپرواں

سے دیکھتا اور پھر اوکھنے لگتا۔ اس کی بیوی جو اس کے مقابلے میں کافی کمسن تھی اور بار بار باور پھی

خانے کی کھڑکی میں آکر انگلیوں سے اپنے بالوں میں لکھی کرتی اور کبھی کبھی شور چاٹتے ہوئے

پچوں میں سے کسی ایک کاتام لے کر پکارتی اور اسے گھونساد کھاتی ہوئی پھر لوٹ جاتی۔ حمید کا ذہن

اس میں دلکشی ڈھونڈنے کی کوشش کر رہا تھا۔ مگر محض اس نے اس سے نفرت کرنے پر مجبور تھا

کہ وہ اس کی زبان نہیں سمجھ رہا تھا۔۔۔ ایک بار اس نے طوعاً و کرہاً اسے آنکھ بھی باری لیکن اس کا

کوئی رد عمل نہ دیکھ کر اسے اس سے اور زیادہ نفرت ہو گئی۔۔۔ وہ مسکرائی نہ شرمائی اور نہ غصے ہی کا

انگلدار کیا۔۔۔ کویا حمید نے اسے آنکھ مارنے کے بجائے اپنی ٹاک کھجلائی تھی۔ آخر وہ اتنا کر اپنی

کھڑکی سے ہٹ گیا۔۔۔

”آخر مایوسی کامنہ دیکھنا پڑا۔۔۔!“ فریدی مسکرا کر بولا۔

"کسی بایو سی...!" حمید نے انجمن بن کر پوچھا۔  
 "یہ آئینہ دیکھ رہے ہو۔" فریدی نے دیوار پر لکھے ہوئے آئینے کی طرف اشارہ کر کے کہا۔  
 "تمہارا چہرہ اس میں صاف دکھائی دے رہا تھا۔"  
 "اوہ تو آپ بھی اُسی کے چکر میں تھے۔" حمید خس کر بولا۔ "اُسی لئے میں نے ہاتھ جو  
 سیٹ لئے۔"

"میرے پچھے میں یہاں عیاشی کے لئے نہیں آیا۔" فریدی نے کہا اور سیاہ رنگ کی ریشی  
 چادریں تہہ کر کے ایک طرف ڈال دیں۔  
 حمید جلا کر ایک طرف بیٹھ گیا۔.... وہ سوچ رہا تھا کہ زندگی میں ایک بار سمندر پار آنے کا  
 موقع ملا ہے تو پابندیوں کے ساتھ... یہ بھی کوئی زندگی ہے۔  
 آٹھ بجے رات تک فریدی بالکل تیار ہو گیا۔ کھانا ختم کر کچنے کے بعد وہ ضروری سامان لے  
 کر سڑائے سے روانہ ہو گئے۔ فریدی نے سڑائے والے کو اتنی رقم پیٹھی دے دی تھی کہ اُسے اس  
 کی کسی بات پر کوئی اعتراض نہیں ہوتا تھا۔ اُس نے فریدی کو اٹھیتیان دلایا تھا کہ وہ رات کو جس  
 وقت بھی آئے گا سڑائے کا پھانک کھول دیا جائے گا۔

رات تاریک تھی۔ خلاف توقع مطلع ابر آکوڈ ہو جانے کی وجہ سے ستاروں کی روشنی بھی  
 نہیں تھی۔ کچھ دور چل کر انہوں نے احتیاط سیاہ رنگ کی چادریں اوڑھ لیں۔  
 "۱۹۷۵ کا مسئلہ کسی طرح حل نہیں ہوتا۔" فریدی نے آہستہ سے کہا۔

"میں نہیں سمجھا۔" حمید نے کہا۔  
 "یا تمہیں یاد نہیں کہ یہ عدد و مال والے نقشے میں تھا۔" فریدی نے کہا۔  
 "تو کیا بقیہ نقش آپ کی سمجھ میں آگیا ہے۔" حمید نے کہا۔  
 "قریب قریب...!"

دونوں خاموش ہو گئے۔ وہ کھنی جھلاؤں سے پچھے تیز تیز قدم اخھاتے ساحل کی طرف  
 جا رہے تھے۔ حمید بالکل خالی الہ ہن تھا۔ بس وہ چل رہا تھا۔ اسے کیا کرنا ہو گا اس سے قطعی بے خبر  
 تھا۔ خود فریدی کی بھی سیکھی حالت تھی۔ اس کے ہن میں صرف ایک چیز تھی وہ یہ کہ انہیں ایک  
 کششی حاصل کر کے چھانوں کے سلسلے تک پہنچا ہے۔

اس وقت کے کار سار تاریکی میں اور زیادہ خوفناک معلوم ہو رہا تھا۔ حمید کے جسم کے رو تکھیے کھڑے ہو گئے۔ اس چنان کے گروہ پیش کی فضائیہ اسرار اور ڈراؤنی تھی۔ چاروں طرف لامتناہی سنانا تھا۔ بھی بھی کسی آپی جانور کی آواز سکوت کو چیرتی دور تک لمبائی پڑی جاتی۔ فریدی نے حمید کے جسم کی سکپکاپہٹ محسوس کر لی۔

”کیوں کیا بات ہے۔“ اس نے آہتہ سے کہا۔

”مگر پچھے نہیں..... میں سوچ.... رہا تھا۔“ حمید ہکلایا۔

لیکن پھر سوچے لگا کہ کیا کہے دھنٹا اسے سر پتھال یاد آکیا اور وہ بولا۔ ”ایک بات سمجھے میں نہیں آتی کہ سر پتھال نے خود کو ظاہر کیوں کر دیا۔ وہ فضیل کی نکل میں بھی ہوش میں آسکتا تھا۔“ ”محض ہمیں ڈرانے کے لئے، وہ سمجھا تھا کہ ہم اسے بھوت سمجھ کر غش کھا جائیں گے۔“

فریدی نے کہا۔ ”لیکن تم نے یہ بات خواہ خواہ چیزیں ہے..... کیوں کیا ذرگ رہا ہے۔“

”ڈر..... لا خول والا قوتہ.....!“ حمید اکڑ کر بولا۔ ”لیکن دوسرے ہی لمحے میں اس کے من سے جیخ نکل گئی۔ فریدی بھی چونک کر پہنچے ہنا۔ سامنے پتھر میلے کتے کے پھیلے ہوئے جزوں سے ہرے رنگ کی روشنی نکل رہی تھی۔ پکھے دھوان بھی تھا۔ پھر زندانے کی آواز آتی اور کوئی چیز جو کافی طویل و عریض تھی کتے کے من سے نکل کر فضائیں تیرتی ہوئی ساحل کی طرف آتی دکھائی دی۔“

”بھاگو.....!“ فریدی نے آہتہ سے کہا۔ ”دونوں نے پوری قوت سے دوڑنا شروع کر دیا اور پھر انہیں ایسا محسوس ہوا جیسے کوئی ان کے پیچھے دوڑ رہا ہو۔ فریدی نے پلت کر دیکھا۔ ایک لمبا ترین آدمی جس کی اوچائی دس گیارہ فٹ سے کم نہ رہی ہو گی۔ ان کی طرف بڑھتا پڑا آرہا تھا۔ فریدی نے ریو اور نکال کر فائز کیا۔ گولی اُس کے جسم سے ٹکرائی اور ایسا جھنکا پیدا ہوا جیسے نہس لو ہے پر پتھر گرا ہو۔ وہاب بھی لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا اس کا تعاقب کر رہا تھا۔

”حمد جھاڑیوں میں.....!“ فریدی نے کہا۔ اور وہ جھاڑیوں میں گھس گئے۔

”چادر اوزھ لوجلدی کرو..... لیٹ جاؤ..... چادر تان لو..... وہ آگیا۔“ دونوں نے لیٹ کر سیاہ چادریں تان لیں۔ آسمان سکھل گیا تھا۔ ستاروں کی چھاؤں میں فریدی نے دیکھا وہ غیر معمولی اوچائی والا آدمی ان کے قریب ساکت و سامت کھڑا تھا۔ فریدی نے چادر سے چادر سے نکلنے کی بھی ہمت نہ کی۔ وہ اپنی گولی کا انجام دیکھ چکا تھا۔ کئی منت گز رہ گئے۔ وہ اُسی جگہ بے حس و

حرکت کھڑا تھا۔ کیا وہ کوئی آدمی تھا؟ فریدی کے ذہن میں سوال پیدا ہوا؟ لیکن کوئی آدمی نہ تو اتنا لمبا ہو سکتا ہے اور نہ فضائیں لڑ سکتا ہے.... پھر.... کیا وہ کوئی مافق القصرت ہستی تھی....؟ نہیں یہ بھی غلط ہے....؟ اگر ایسا ہوتا تو وہ اس طرح خاموش کیوں کھڑا رہتا۔ کیا ایک سیاہ چادر اور رات کی تار کی انجین اس کی نظر وہ سے چھپا سکتی ہے؟ پھر.... آخر وہ کیا تھا....؟ آدمیوں پر کی طرح اس کی دوڑا نکلیں تھیں۔ جن سے وہ ان کے پیچے دوڑا تھا.... دوہما تھے اور شانوں پر سر.... فریدی نے چادر سے سر نکالا اور اس عجیب المقت تھی کہ اس نے ایک قدم بڑھایا.... فریدی نے جلدی سے منہ اوڑھ لیا.... اس کا وہ پیر اٹھا ہی رہ گیا۔ اب وہ ایک پیر اٹھائے ہے جس وہ حرکت کھڑا تھا.... فریدی نے آہستہ سے سیٹی بجا لی.... لیکن اس کا بھی اس پر کوئی اثر نہ ہوا۔ وہ اسی حالت میں کھڑا رہا۔

”دیکھو....! خبردار! تمہارے جسم کا کوئی حصہ چادر کے باہر نہ نکلنے پائے۔“ فریدی نے کہا۔  
میڈ کی کھلکھلی بندہ گئی۔ اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ لیکن وہ سب کچھ سن رہا تھا۔ اس نے چادر کے کونے چاروں طرف سے اپنے جسم کے نیچے دبائے.... وفا ہوا کہ ایک زور دار جھوٹکا آیا۔....  
”ہوشیار رہتا.... چادر لٹنے نہ پائے۔“ فریدی نے پھر کہا ”ورتہ ہمارا بھی وہی حشر ہو گا جو علی قصیل کا ہوا تھا۔“

ہوا کے جھوٹ لمحہ بہ لو تیز ہوتے جا رہے تھے۔ فریدی برا بر کہے جا رہا تھا۔ ”چادر کو مضبوطی سے دبائے رکھو۔“

”وہ لمبا تر نہ کا آدمی اپنی ایک ناگ اٹھائے ہوئے اب تک اسی طرح کھڑا تھا.... تھوڑی دیر بعد ہوا کے جھوٹکے ختم ہو گئے۔ اس نے جست لگائی اور فضائیں تیرتا ہوا سمندر کی طرف واپس چلا گیا۔

”چپ چاپ لیٹئے رہو۔“ فریدی نے آہستہ سے کہا۔ ”چادر بٹنے نہ پائے۔“  
اور پھر کچھ دیر بعد قریب کے ٹیلوں کے درمیان نارچ کی روشنی نظر آئی اور ایک چہرا ابھرنا۔ یہ سر بھحال تھا۔ وہ نیلے کی اوٹ سے سر نکالے نارچ کی روشنی اور ہر اور ہر ڈال رہا تھا۔  
”یہ اب زندہ نہ چھوڑے گا.... کاش میراثانہ خطا نہ کرے۔“ فریدی نے آہستہ سے کہا اور ریو اور نکال کر قاتر کر دیا۔... گولی تھیک نشانہ پر گلی اور سر بھحال جی نہ مار کر اٹ گیا۔

"اب نکل چلو....!" فریدی نے اٹھتے ہوئے کہا... دو نوں پوری قوت سے قبے کی طرف بھاگ رہے تھے... ایک جگہ حمید نے خموکر کھائی اور گرپڑا... فریدی نے رک کر اسے اٹھایا... لیکن شاید حمید کے پیر کی پڑی نوث گئی تھی۔ فریدی نے اسے کامنے سے پرلا دا اور پھر دوڑنا شروع کر دیا... قبے میں داخل ہوتے ہوئے اپاںک آندھی آگئی... آندھی تھی یا قیامت... جھونپڑوں کی چھیس اڑنے لگیں... کمزور دیواریں گرنے لگیں... ہر طرف شور قیامت ہرپا تھا۔ کان پڑی آواز سنائی تھی۔ کتنی جگہ آگ لگ گئی... نہ جانے کتنے ہی آدمی گرتی ہوئی دیواروں کے نیچے دبے جیخ رہے تھے۔ آندھی تھی کہ لمحہ بہ لمحہ تیز ہوتی جا رہی تھی۔ فریدی کو ایسا محسوس ہوا جیسے وہ بھی اب اپنا توازن قائم نہ رکھ سکے گا... وہ قبے سے نکل کر پھر جنگل کی طرف بھاگا... کتنی درخت جگ سے اکٹھ گئے تھے... اس نے اس طرف اکر غلطی کی تھی۔ دہاں سے وہ اس نے بھاگا تھا کہ کہیں مکان کی دیوار نہ آرہے۔ لیکن یہاں درختوں کے نیچے دب کر مر جانے کا نظرہ تھا... پھر بھی شاند قدرت اس پر مہربان تھی۔ جیسے ہی اس نے راستہ دیکھنے کے لئے نارج جلانی اسے ایک غار کھائی دے گیا۔ دوسرے لمحے میں وہ حمید سیت غار کے اندر تھا۔ حمید تکلیف کی وجہ سے بیہوش ہو گیا تھا... فریدی نے اسے ایک طرف لادیا۔ شور ہو رہا تھا آندھی آہستہ کم ہوتی جا رہی تھی۔ فریدی پھر لوٹ کر حمید کے قریب آیا... اور جھک کر اس کی نالگیں دیکھنے لگا... پہ دیکھ کر اسےطمینان ہوا کہ پڑی نوثی نہیں بلکہ پیر میں موچ آگئی ہے۔ اس کے دامنے پنجے میں خاصا درم تھا... خود اس نے اس کا جو تا اتار اور تھوڑی دیر مالش کرنے کے بعد پیر میں رومال پاندھ دیا۔ حمید ابھی تک بیہوش تھا... فریدی پھر غار کے دہانے کے قریب آیا۔ آندھی تھم گئی تھی۔ لیکن قبے کا شور بدستور قائم تھا۔

## خطرناک تجربہ

دوسرے دن دوپہر کو قبے میں سر کاری مدد پہنچ گئی اور فریدی حمید کو لے کر پھر شہر واپس آیا۔ انبادرات میں کلیاں کی اس ٹریپلڈی کی خبر شائع ہوئی تھی۔ میں آدمی ہلاک اور پھر زخمی... اخمارہ پنٹ مکان منہدم ہو گئے تھے اور جھونپڑا تو ایک بھی نفع سکا تھا۔ اس بار بھی

موسیات کے ماہرین نے اُسے سائکلوں ہی قرار دیا۔ البتہ تصمیکے لوگ اسے کلب اشیاطین کی برہنی سے تعبیر کر رہے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ اس میں لئے ہالی خبیث رومنس دہان قبیلے کی بجائے ویران چاہتی ہیں۔

حمدید کا ہجر مختصر ہی طبق امداد سے ٹھیک ہو گیا تھا۔ لیکن ابھی وہ درد کی وجہ سے نقل و حرکت سے محروم تھا۔ اس رات کی خوفناک یاد اب تک بھی اس کے ذہن پر مسلط تھی۔ وہ زیادہ تر خاموش رہنے لگا تھا۔ اس کے برخلاف فریدی کی حالت میں کوئی تجدیلی واقع نہیں ہوئی تھی۔ وہ پہلے ہی کی طرح سوچتا، بنتا، مسکراتا اور بات بات پر حمید کا مسحکہ اڑاتا رہتا تھا۔ لیکن اس دوران میں وہ کوئی کام کر رہا تھا۔ حمید اسے اس کی حماقت اور خلل دماغی پر محمول کرنے کے علاوہ کوئی اور صفت نہیں پہنچا سکا۔ فریدی نے کپڑے کے دو قبیلے آدم مجھے تیار کئے تھے۔ ایک پر اس نے سیاہ ریشمی چادر کا خلاف پڑھادیا اور دوسرے کو یونگی رہنے دیا۔ لیکن وہ بھی تھا تو کالا۔ لیکن سوئی کپڑے کا.... آخر ایک دن حمید پوچھ ہی بیٹھا۔

”آخر یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟ کیا آپ پر بھی کسی خبیث رومنس کا سایہ ہو گیا ہے۔“

”نہیں میں ان خبیث رومنس کو گرفتار کرنے کی تدبیر کر رہا ہوں۔“ فریدی نے کہا۔

”تو گویا اب بھی آپ ان کے وجود سے مسکر ہیں۔“

”اگر سر ڈھنحال کی لاش غائب نہ ہو گئی ہوئی تو میں ضرور قائل ہو جاتا۔“

”بھلا اس میں کون ساکتے ہے۔“ حمید نے پوچھا۔

”یہی کہ بھوتوں نے اس کی لاش غائب کیوں کر دی اور وہ دہان اس وقت کیا کر رہا تھا۔“

”ممکن ہے کہ وہ بھی ہماری ہی طرح اس کاراز جانے کی کوشش کر رہا ہو۔“ حمید نے کہا۔

”اگر ایسا ہے تو اس لے ترکیب بھوت نے اس کا تعاقب کیوں نہیں کیا۔“

حمدید خاموش ہو گیا۔ وہ جانتا تھا کہ فریدی کردار کا عازی ہونے کے ساتھ ہی ساتھ گفتار کا بھی عازی ہے۔“

اور پھر وہ بھوت ہمیں پکڑ کیوں نہیں پاتا۔ ہم نے دور یشمی چادریں اوڑھلی تھیں۔ ظاہر ہے کہ ان چادروں پر نہ تو نقش سیمانی بنا تھا اور نہ ہی وہ کسی عامل کا عطیہ تھیں۔۔۔ میں نے انہیں کھن لباس شبروی کے طور پر استعمال کرنے کے لئے خرید اتحا اور پھر تمہیں یاد ہو گا میرے من

کوئی نہ پر اس نے ایک قدم اٹھایا تھا... جو منہ ذہان کی لینے کے بعد بدستور اٹھاہی رہا... اس سے کیا سمجھتے ہو۔"

حید نے کوئی جواب نہیں دیا کیونکہ یہ مسئلہ اس کی بھروسہ کا باعث بھی بن چکا تھا۔ لیکن اس بھروسہ نے کسی واضح خیال کی طرف اس کی رہنمائی نہیں کی۔

"تو کیا آپ پھر اور ہر جانے کا قصد رکھتے ہیں؟" حید نے پوچھا۔

"تم جانتے ہو کہ میں کوئی کام اور حورا نہیں چھوڑتا۔" فریدی نے کہا اور سچھ سچھنے لگا۔ پھر مسکرا کر بولا۔ "اگر تم واقعی خوفزدہ ہو تو میں تمہیں اپنے ساتھ لے چلتے پر بجھوڑتیں کروں گا۔" "آپ تو خواہ تزوہ بد گمان ہو جاتے ہیں۔" حید جھنجلا کر بولا۔ "مجھے آپ کی بھی زندگی عزیز ہے... کیوں نہ اس معاملے میں یہاں کے حکام کی بھی مددی جائے۔"

"ابھی نہیں... اپنے اطمینان کیلئے میں ایک تجربہ اور کرنا چاہتا ہوں۔" فریدی نے کہا۔

"مکب...!"

"آج ہی...!"

"میرا ہر تو ملک ہو جاتے دیجئے۔"

"نہیں میں تمہیں نہ لے جاؤں گا۔" فریدی نے کہا۔

"کیوں...!"

"ممکن ہے کہ تمہیں سنjalنے میں خود میں ہی اپنی جان سے ہاتھ دھو جائیوں۔"

"بھر حال میں آپ کو تھا نہیں جانے دوں گا...؟"

"نہیں بھی تم سمجھتے نہیں ہو۔" فریدی نے آٹا کر کہا۔ "میں اس نے ایسا تمہیں کر رہا کہ تم ذرتے ہو... حالانکہ یہ بھی غلط ہے کہ تم ڈر پوک ہو... وہ معاملہ میں ایسا تھا کہ اچھے سے اچھے سورما کے پر اکھڑ جاتے...!"

"پھر آخر آپ مجھے کیوں نہیں لے جانا چاہئے۔" حید نے پوچھا۔

"ممکن ہے اس بار اور زیادہ بد حواسی کے عالم میں بھاگنا پڑے اور تم دونوں ایک دوسرے

سے الگ ہو جائیں... ایسے معاملات میں تھا آدمی اپنا پچاؤ کر سکتا ہے۔"

"حید نے بہت کوشش کی کہ فریدی کو اس ارادے سے باز رکھے لیکن کامیاب نہ ہوا۔ اس

کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ آخر اس کا انجام کیا ہو گا۔ کیا اس بار فریدی کی دلیری کام آئے گی؟ کیا وہ ایک ایسی قوت کا مقابلہ کر سکے گا جو انسانی دسترس سے باہر ہے؟ کہیں یہ اس کا آخری کارنامہ تو نہیں؟

فریدی اسی دن شام کو قاہرہ سے کلب ایشیاٹین کے علاقے کی طرف روانہ ہو گیا۔ وہ رات حمید نے بڑے کرب اور بے چینی کے ساتھ گذاری، رات بھر وہ سونے سکا۔... صبح دس بجے تک وہ فریدی کا انتظار کرتا رہا۔... اور پھر اچانک اس کا اضطراب بڑھ گیا۔ فریدی نے گیارہ بجے تک لوٹ آنے کا وعدہ کیا تھا۔ لیکن بارہ بجے گئے اور اس کا کہیں پہنچنے تھا۔ حمید کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ فریدی اس کا کہیں پہنچنے کیا تھا۔ لیکن بارہ بجے کی طرح کلب ایشیاٹین کے علاقے میں پہنچنے کی کوشش کرے گیں اگر علی فضیل ہی کی طرح فریدی بھی۔... اس کے آگے سوچنے کی ہمت نہ پڑی اور اس کے جسم کے روشنگی کھڑے ہو گئے۔

وہ باہر جانے کے لئے اخراجی تھا کہ برآمدے میں قدموں کی آہٹ سنائی دی اور فریدی مسکراتا ہوا کمرے میں داخل ہوا۔ اس کے بغل میں ایک بڑا سائبیڈل دبا ہوا تھا جسے اس نے فرش پر ڈال دیا۔....

”بھی بہت تھک گیا ہوں۔“ وہ ایک کرسی پر گرتا ہوا بولا۔ ”ذر اہیڈ ویٹر کو کافی کیلئے فون کر دو۔“

حمدی انہوں کر لئے تھک گیا اور فریدی جوتے اتار کر کرسی پر اکٹوں بیٹھ گیا۔

”یہ تائیے خبرت ہے نا۔...!“ حمید نے پوچھا۔

”ہاں! آں۔... سب خیریت ہے۔... اور خیر و عافیت تمہاری خداوند کریم سے نیک مطلوب ہے۔ دیگر احوال یہ ہے کہ تجربہ کامیاب رہا۔... اور کوئی خاص بات نہیں۔... بچوں کو آداب اور بزرگوں کو بیمار۔... فقط قانون گو نہیں دعا گو۔...!“

”تو اس کا یہ مطلب ہے کہ تجربہ کامیاب رہا۔“ حمید پس کر بولا۔ ”کیا سر پر رکھنے کے لئے تھوڑی برف بھی منگوں گوں۔“

”اے ہے پانداں کیا ہوا تمہارا۔“ فریدی نے مسکرا کر پوچھا۔

”کیا مطلب۔...!“

”بندتا میں نے اس وقت کسی کلرک کی بیوی کی طرح خیریت پوچھی تھی۔ جو بچاری دن بھر

شوہر کے انفار میں بیٹھی چھالی کترتی رہتی ہے اور اس کی آمد پر جہائی لستی ہوتی میز پر سرو طار کھ کر اس کی خبر یہ پوچھتی ہے۔ ”

”معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا ایک آدھ اسکرو ضرور ڈھیلا ہو گیا ہے۔“ حمید جھینپ کر بولا۔

”خبر معلوم ہوا کہ تم بڑے گاؤ دی ہو گئے ہو۔“ فریدی نے کہا۔ ”مجھے اس سے بہتر بختی کی توقع تھی۔“

تحوڑی دیر بعد کافی آگئی۔ فریدی نے دو تین گھونٹ لینے کے بعد سکار سلکایا۔

”ہاں تو بھی تجربہ کامیاب رہا اور دلچسپ بھی۔“ فریدی نے کہا۔ ”میں نے بیکسی قبے کے باہر ہی چھوڑ دی تھی اور ان دونوں بھیسوں کو لے کر ساحل کی طرف روانہ ہو گیا۔... کنارے پر کمزے ہوئے مجھے دس پندرہ منٹ گزرے ہوں گے کہ اس کرنے کے منٹ میں پھر وہی روشنی دکھائی دی اور وہ دیوپ پکر اس میں سے نکل کر میری طرف چھپتا۔... میں نے بھاگنا شروع کیا۔ وہ میرا پچھا کر رہا تھا۔ آخر کار میں سیاہ چادر اوڑھ کر لیٹ گیا اور وہ میرے قریب ہی آکر رُک گیا۔ پھر میں نے وہ بجس اس کے سامنے پھینک دیا۔ جو سوتی کپڑے کا تھا۔ وہ حیرت انگیز پھرتی کے ساتھ جھکا اور مجھے کی ٹانکیں چیر کر پھینک دیں۔... اُف کتنی درد مگی تھی۔... اس وقت بھی میں اس تصور سے کاپ اٹھا تھا۔“

فریدی نے بکس کھول کر اُس مجھے کے دونوں ٹکوے نکالے اور حمید کے سامنے ڈال دیئے۔

”ای طرح اُس نے علی فضیل کی ٹانکیں چیر دی تھیں۔“ فریدی آہستہ سے بولا۔ ہاں تو میں نے وہ بھی اسکے سامنے ڈال دیا جس پر رُشی غلاف چڑھایا تھا لیکن وہ بے حس و حرکت کھرا رہ۔ جیسے انداز ہو گیا ہو۔... اس نے اس مجھے کو ہاتھ سکن لگایا۔... اس سے تم کیا سمجھتے ہو۔...

”میں تو کچھ بھی نہیں سمجھ سکا۔“ حمید نے اس سے کہا۔

”خبر، خیر میں بھی ابھی اس مسئلے پر روشنی ڈالنا نہیں چاہتا۔ لیکن میں نے جو اندازہ لگایا ہے وہ غلط نہیں ہو سکتا۔ ہاں تو پھر میں نے اس مجھے کو چادر کے اندر کھینچ لیا۔ وہ قطعی بے حس و حرکت کمزرا تھا۔ تحوڑی دیر بعد اس نے جہت لگائی اور پھر کرنے کے منٹ کی طرف روانہ ہو گیا۔ میں نے جلدی جلدی مجھے پر کار رُشی غلاف اتارا اور اپنے جسم پر اس طرح منڈھ لیا کہ کوئی حصہ لکھانا رہے اور پھر میں ساحل کی طرف آیا۔... تقریباً آدھ گھنٹے تک کمزرا رہا لیکن کوئی نیا حادثہ چیز

نہیں آیا۔۔۔ کہاں کیا کہتے ہو۔۔۔!

”یعنی وہ خبیث رو حمیں رشیم سے ڈرتی ہیں۔“ حمید نے کہا۔

”نہیں بلکہ اس کے پیٹ میں بیٹھی ہوئی خبیث شخصیت کو رشیم دکھانی نہیں دیتا۔“

فریدی بولا۔

”میں پھر نہیں سمجھا۔“

”بہت جلد سمجھ جاؤ گے۔“ فریدی نے کہا۔ ”لیکن اطمینان رکھو وہ کوئی آسمی خلل نہیں ہے۔۔۔ ہماری تمہاری بھتی جاتی دنیا کی بات ہے۔“

”پہنچنے آپ کیا کہہ رہے ہیں۔“ حمید آتا کر بولا۔

”میں جو کچھ کہہ رہا ہوں تمہیں قریب سے دکھاؤں گا۔“ فریدی نے کہا۔ ”وراون کر کے کافی اور منگواؤ۔“

حمد نے پھر انٹھ کر فون کیا۔

”لیکن آپ اس وقت تک مجھے ابھن میں ڈالے رہیں گے۔“ حمید نے کہا۔

”اس میں ابھن کی کوئی بات نہیں۔۔۔ میں نے حقائق تمہارے سامنے رکھ دیئے۔ اب تم خود غور کر کے اس معنے کو حل کرنے کی کوشش کرو۔ کوئی مشکل بات نہیں، کوشش کرو۔“ فریدی نے کہا اور آرام کر لیت گیا۔ حمید بھی کسی سوچ میں ڈوب گیا تھا۔

## کتے کے پیٹ میں

دوسرے دن فریدی مصر کے محلہ سراجِ رسانی کے دفتر میں بیٹھا ہجھے کے ڈاکٹریٹر سر نام

پاشا سے منگلو کر رہا تھا۔

”مسٹر فریدی مجھے افسوس ہے کہ ہم آپ کی مدد نہ کر سکیں گے۔“ پاشا نے کہا۔

”لیکن میرے ملک کی حکومت نے آپ کی حکومت سے درخواست کی ہے۔ آپ کو برداشت اس کے لئے احکامات مل چکے ہیں۔“

”ٹھیک ہے۔“ پاشا بولا۔ ”مجھے اس سے کب اٹکا رہے۔۔۔ آپ اس شخص کا پہ نشان بتائیے،

جو آپ کی حکومت کا مجرم ہے۔ ہم اسے گرفتار کر کے آپ کے حوالے کر دیں گے۔ لیکن کلب الشیاطین والا واقعہ خواب سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتا۔"

"لیکن میں نے جو کچھ آپ کو بتایا ہے اسے خواب نہیں کہا جاسکتا۔" فریدی نے کہا۔

"ممکن ہے آپ درست کہتے ہوں۔" پاشا نے کہا اور خاموش ہو گیا۔

فریدی سمجھ گیا کہ وہ اس سے گفتگو نہیں کرنا چاہتا۔ وہ دہاں سے ناکام لوٹا۔ لیکن اس نے ہمت نہ باری تھی۔ اب اس نے اپنی حکومت کے سفارات خانہ کا رخ کیا۔ سپر اس سے اس کے کارہاموں کی بناء پر اچھی طرح واقف تھا اور اسے حکومت کی طرف سے پہلے ہی فریدی کی ہر ممکن امداد کے لئے بدلیات مل چکی تھیں۔ اس نے فریدی سے وعدہ کیا کہ وہ قاہرہ کے پولیس کشڑے اس مسئلے پر گفتگو کرے گا۔

پھر دو دن بعد اسے اطلاع ملی کہ پولیس کشڑ بھی قصیع اوقات کے لئے تیار نہیں۔ اس کے خیال کے مطابق عملہ کا کوئی آدمی کلب الشیاطین کے اندر گھسنے کی بہت سخت نہیں کرے گا..... آخر فریدی نے فیصلہ کیا کہ وہ بذات خود پولیس کشڑ سے ملاقات کرے گا۔ لیکن اس کی یہ کوشش بھی بار آور ثابت نہ ہوئی..... پولیس کشڑ نے اسے بتایا کہ آسمی خلل سے قطع نظر کر کے بھی کوئی اس میں جانا پسند نہ کرے گا۔ اس نے بھی فریدی کے قائم کروہ خیالات کا مسح کر دیا۔

اور پھر فریدی کو اپنی یہ قوت بازو پر بھروسہ کرتا پڑا..... اس نے چھوٹی ہی ریڑ کی کشٹی خریدی اور اس پر ریشم کا خلاف چھلیا..... دو ہلکے ہلکے پتوار بنائے اور ان پر ریشمی کپڑا لپیٹ دیا..... اپنے اور حمید کے لئے ریشم کا ایسا لباس تیار کر لیا جس سے جسم کا کوئی حصہ کھلانے رہ سکے..... آنکھوں کے حصوں پر ریشم ہی کی باریک جالی لگوائی۔

حمدی ان سب تیاریوں کو دیکھ کر حیران ہو رہا تھا۔ وہ اچھی طرح سمجھ چکا تھا کہ یہ ان کا آخری کارنامہ ہے۔

لیکن وہ فریدی کی خالقت نہیں کر سکا۔ وہ جانتا تھا کہ اگر اس نے اس سلطے میں ایک لفظ بھی من سے نکالا تو فریدی اکیلا ہی چلا جائے گا اور یہ چیز اسے کسی طرح گوارانہ تھی۔

اس دوران میں وہ کئی ہوٹل تبدیل کر چکے تھے۔ انہیں ذر تھا کہ کہیں مجرم ان کا سراغ لگا کر انہیں اپنے راستے سے ہٹانے کی کوشش نہ کریں۔ فریدی نے اس رات سر بیجھال کے ساتھ پانچ

موت کی آندھی

آدمی دیکھتے تھے۔ وہ یہ بھی سمجھتا تھا کہ مجموعی طور پر ان کی اتنی ہی تعداد ہوئی ضروری نہیں لیکن اس کے باوجود جو خطرہ مول لینے پر تیار تھا۔

حید کا ہر ٹھیک ہو گیا تھا۔ اور وہ اس قابل ہو گیا تھا کہ ہونٹ سے نکل کر بازار تک جاسکے۔ آج جب وہ بازار سے واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں چار مقامی اخبار تھے، حید نے انہیں فریدی کے سامنے ڈال دیا۔

”کلب الشیاطین کا دوسرا بجوبہ۔“ حید نے آہتہ سے کہا۔

”بیان کرتے چلو۔“ فریدی نے لاپرواں سے کہا۔ ”میرے پاس اتنا وقت نہیں کہ انہیں پڑھ سکوں۔“

”کلاش کے رہے ہے دیہاتیوں نے بھی قصبہ چھوڑ دیا۔“ حید نے کہا۔ ”کل رات سامنے پر قبیلے کے آدمیوں نے چار طویل القامت آدمیوں کو آپس میں تکوار چلاتے دیکھا۔ ان کا بیان ہے کہ ان آدمیوں کی لمبائی دس فٹ سے کم نہیں تھی۔ تھوڑی دیر تک وہ اسی طرح لڑتے رہے پھر اڑتے ہوئے کلب الشیاطین کی طرف چلے گئے۔ دیکھنے والوں کا خیال ہے کہ وہ اس پتھر لیلے کئے کے منہ میں گھس کر غائب ہو گئے تھے اور پھر اس کتے کے دہانے سے چنگاڑیاں نکلنے لگی تھیں۔۔۔۔۔ اب پورا شہر دیر ان ہے۔ کل ہی رات کو یہاں کی پنجی پنجی آبادی شہر کی طرف منتقل ہو گئی ہے۔“

”آگے کہو۔“ فریدی بولا۔

”اور کوئی بات نہیں۔“

”اس واقعہ کے متعلق یہاں کے اخبارات اور حکام کا کیا خیال ہے۔“ فریدی نے پوچھا۔ ”دیہاتیوں کی توہم پرستی۔“ حید نے کہا۔ ”حکام نے دیہاتیوں کو مشورہ دیا ہے کہ وہ قبیلے کی طرف لوٹ جائیں۔“

”ٹھیک ہے ٹھیک ہے۔“ فریدی طنزیہ انداز میں بولا۔ ”یہاں کی حکومت متعدد دنیا کے لئے ایک مستقل خود پال رہی ہے۔ محکمہ موسیات اور اراضیات کی علیحدگانے کیا جانے کیاں چرنے لگئی ہے۔۔۔۔۔ اس حصے کی جغرافیائی حالت قطعی ایسی نہیں کہ یہاں سائیکلوں آسکیں۔۔۔۔۔ خیر دیکھا جائے گا۔۔۔۔۔ دیکھا جائے گا۔“

فریدی انٹھ کر جیسا بانہ انداز میں نہ لٹکنے لگا۔

"میں ایک بار پھر آپ کو اس ارادے سے باز رکھنے کی کوشش کروں گا۔" حمید نے کہا۔  
"مشکل ہے۔" فریدی پلٹ کر بولا۔ "میں سب کچھ سمجھ چکا ہوں..... میں کلب اشیاطیں پر  
اسی طرح جھپٹنا چاہتا ہوں جیسے ایک شرابی عرصہ تک شراب نہ ملنے کے بعد بوال پر جھپٹتا ہے۔  
میں اب انتظار نہیں کر سکتا..... اگر تم نہیں جانا چاہتے تو میں تھا جاؤں گا۔"

"آپ پھر میرا مطلب قاطع سمجھے..... میں تو....!"

"میں کچھ نہیں سننا چاہتا۔" فریدی نے اس کی بات کاٹ دی۔

حید خاموش ہو گیا..... وہ جانتا تھا کہ اب ساری کوششیں بیکار ہیں۔

اسی شام کو وہ دونوں کلباس کی طرف روانہ ہو گئے۔ فریدی نے سارا ضروری سامان ساتھ  
لے لیا تھا۔ جیسی ڈرائیور پر انہوں نے یہ ظاہر کیا کہ وہ کسی اخبار کے نامہ نہ گاریں۔ جیسی انہوں  
نے دیران حصے سے آدھے میل او ہر ہی چھوڑ دی۔

تاریکی پھیل گئی تھی۔ وہ قصیکے ایک دیران مکان میں گھس گئے۔ یہاں چاروں طرف ساتھ  
تحا۔ گاؤں میں ایک تنفس بھی نہیں رہ گیا۔ سائیں سائیں کرتی ہوئی سیاہ رات نے قبے کی دیرانی  
میں اور اضافہ کر دیا تھا۔ کبھی کبھی کتوں کے بھونکنے کی آواز خاموشی کے اتحاد ساگر میں ہلکوڑے  
پیدا کر کے کہیں غائب ہو جاتی تھی۔

"میرا خیال ہے کہ تم خائن نہیں ہو۔" فریدی نے حید سے کہا۔

"قطعنی نہیں! بشرطیکہ اپنے جیسے انسانوں سے مقابلہ کرتا ہے۔"

"مطمئن رہو..... اس کے آگے جھینیں سوچنا ہی نہ چاہئے۔"

"اوہ..... آپ تو مجھے اس طرح بہلارہے ہیں جیسے میں نے اس طویل اقامت دیوبودھ کی محاذی  
نہ ہو۔"

"اگر او نہیں..... آج رات اس سے مقابلہ کی توقع نہیں۔" فریدی نے کہا۔

"خود بکھاجائے گا۔" حید نے آکتا کر کہا۔

ایک گھنٹے کے بعد ساری تیاریاں ممل کر لینے کے بعد وہ ساحل پر کھڑے تھے۔ کافی عرصہ  
گذر گیا۔ لیکن کلب اشیاطیں کی خاموشی میں فرق نہیں آیا۔ حید کو فریدی کی پیشیں گوئی پر حیرت  
ہونے لگی اور فریدی نے ربر کی کشتی سمندر میں ڈال دی..... وہ آہستہ آہستہ کلب اشیاطیں کی

طرف بڑہ رہے تھے.... حمید کی نظریں کتے کے پھیلے ہوئے دہانے کی طرف لگی ہوئی تھیں۔ ”  
سونچ رہا تھا کیا واقعی یہ سیاہ ریشم کا بابس سحر زدہ ہے اور پھر ان کی کشتوں کے سلسلے سے نکل رہی۔  
فریدی کی گار پکڑ کر اپر چڑھ گیا۔ حمید نے بھی اس کی تحلید کی اور اس کے بعد کشتوں اور پھیجنگی لی گئی۔  
حمید چٹانوں پر قدم رکھتے ہی لرزاخلا۔ یہاں کا پراسرار سنانا مسر قدیم کے خوفناک جادو گروں کی یاد  
دلانے لگا۔ اور وہ مقبرے بھی یاد آئے جن میں ہزاروں سال سے انسانی لاشیں محفوظ تھیں۔ محض  
اس امید پر کہ ایک دن ان کی بھکرتی ہوئی روٹھیں اپنے جسموں میں لوٹ آئیں گی۔

چٹانوں کا سلسلہ تقریباً دو تین فرلانگ تک چلا گیا تھا۔ جس چٹان پر یہ لوگ کھڑے تھے کلب  
اشیا طین کا ایک حصہ تھا۔ فریدی نے جیب سے ٹارچ نکالی اور آہستہ آہستہ ایک طرف بڑھنے لگا۔  
پندرہ ہیں منٹ کی چدو جہد کے بعد بھی وہ کوئی ایسا راستہ نہ معلوم کر سکے جس کے ذریعہ اندر بھیج  
سکتے۔ پھر انہوں نے دوسری راہ اختیار کی۔ فریدی ہیں کتے کے سر کے نیچے آکر کھڑا ہو گیا۔ جس  
کی اوپرائی چالیس فیٹ سے کسی طرح کم نہ رہی ہو گی۔ حمید پر ایک بار پھر جیبت طاری ہو گئی۔ خود  
فریدی نے بھی ایک بار مجرم مجرمی سی لی۔

اوھ بھی کسی طرف سے کوئی راستہ نظر نہ آیا۔ اس وقت کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ  
فریدی اپنی ٹارچ کا آزادانہ استعمال نہیں کر رہا تھا۔ دفلاؤ وہ داہنے طرف کے شیب میں اتر گیا۔  
حمید نے بھی اس کی تحلید کی۔ اور چٹان کا پھیلا اوزیادہ تھا۔ ایک جگہ اپاٹک فریدی رکا اور جھک  
کر زمین کی طرف دیکھنے لگا۔

” یہ نشانات دیکھ رہے ہو۔ وہ آہستہ سے بولا۔ ” بھیجے ہوئے بیرون کے نشانات۔ ”

اور وہ آہستہ آہستہ نشانات کے ساتھ آگے بڑھنے لگا اور پھر وہ ایک بار کتے کی گردن سے  
قریب پہنچ گئے۔ یہاں آگر بیرون کے نشانات غائب ہو گئے۔ فریدی نے ٹارچ روشن کی۔ اسے  
غلط نہیں ہوئی تھی۔ بیرون کے نشانات یہاں غائب نہیں ہوئے تھے بلکہ پندرہ ابھرے ہوئے  
چھوٹے چھوٹے پھر وہ پر نظر آرہے تھے۔

” آخر ان پھر وہ پر چلنے کی کیا ضرورت تھی جب کہ چٹان کا ایک حصہ پاٹ اور مطلع  
ہے۔ ” فریدی آہستہ سے بولا۔ ” یہ چیز واقعی دلچسپ ہے۔ ” حمید بولا۔

فریدی ان پھر وہ کو دیکھنے لگا۔ ہر ٹکڑے پر بیرون کا ایک نشان موجود تھا اور اس کے بعد مطلع

چنان پر کوئی نشان نظر نہ آیا۔

”لو بھی اس خبیث کا پیٹ تو بھٹ گیا۔“ فریدی حمید کی طرف مڑ کر آہستہ سے بولا۔ اور پھر اس نے اس اچاک نمودار ہونے والے غار کے دہانے میں نارجی کی روشنی ڈالی۔ اندر بالکل سنا تھا اور دہانے کے سرے سے آٹھ دس زینے تھے جک پلے گئے تھے۔ دونوں غار میں پہ آہنگی اتر گئے۔ یہی انہوں نے فرش پر قدم رکھا اور دہانے کا منہ بند ہو گیا۔

”یہ کیا ہوا۔“ حمید اپر کی طرف دیکھ کر گھبرائے ہوئے بھج میں بولا۔

”غیرہو....!“ فریدی نے کہا اور زینوں پر چڑھتا چلا گیا۔ آخری زینہ پر چیر رکھتے ہی دہانے پھر کھل گیا۔ فریدی لوٹ آیا۔ اور دہانے بند ہو گیا۔

”غصب کی کار مگری ہے۔“ فریدی آہستہ سے بولا۔

”میری سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ بھوت اس وقت کہاں سور ہے ہیں۔“ حمید نے کہا۔

”وہ مطلقاً ہیں کہ کوئی ان عکس پہنچنے کی ہمت نہ کر سکے گا۔“ فریدی نے کہا۔ ”پھر ہم انہیں تعطی نہ دکھائی دیتے ہوں گے۔“

”ہم نے جادوالی لباس جو پہن رکھا ہے۔“ فریدی پس کر بولا۔

”معلوم نہیں کہ آپ کے ذہن میں کیا ہے۔“ حمید نے کہا۔

”جو کچھ ہے ابھی سامنے آ جاتا ہے۔“ فریدی نے کہا اور چاروں طرف دیکھنے لگا۔ وہ ایک کمرے میں کھڑے تھے جس میں کوئی دروازہ نہیں تھا۔ تھوڑی دیر بعد ان کا دم سکھنے لگا اور وہ پھر زینوں پر چڑھ گئے۔ غار کا دہانہ کھل جانے کی وجہ سے انہیں اس سکھنے سے نجات ملی۔ فریدی نے پھر نارجی کی روشنی میں اس کمرے کا جائزہ لیتا شروع کیا اسکی نظریں سامنے کی دیوار سے زینوں پر پڑیں۔ یہ تمن اللہ اللہ سیر ہیاں تھیں جن کا درمیانی فاصلہ ایک فٹ سے زیادہ نہیں تھا۔

”ذرا ان زینوں کو دیکھو۔“ فریدی بولا۔ ”بھلا ان تمن زینوں کا کیا مطلب ہے اور یہ بھی سوچو کہ ان کے سرے پر دروازے بھی نہیں ہیں۔ پھر ان کا کیا مقصد ہے.... اوہ.... حمید ذرا پہلے زینے کی سیر ہیاں تو گنو۔“

”تو ہیں۔“ حمید بولا۔ ”دوسرے میں سات اور تیسرے میں پانچ ہیں۔“

”اچھا تو وہ روماں والا عدد کیا تھا۔“ فریدی نے پوچھا۔

”تو سو مختصر...!“ حمید نے کہا۔

”تو سو مختصر نہ کہو۔“ فریدی آہستہ سے بولا۔ ”بلکہ تو۔ سات پانچ کہو... تو بھی تو سو مختصر کا مسئلہ بھی چکلی بجائے حل ہو گیا... قدرت کچھ مہریاں معلوم ہوتی ہے۔“

”اچھا تم سینیں تھہر و تاکہ دہانہ کھلا رہے ہے... میں ذرا ان زینوں کو دیکھتا ہوں۔“ وہ آخری زینے پر سے نیچے کو دیڑا۔ اب وہ سامنے والی دیوار کے زینوں کا جائزہ لے رہا تھا۔ پہلے وہ نو سیر ہیوں والے زینے پر چڑھا۔ پھر اس پر سے ہو کر سات سیر ہیوں والے زینوں سے گزرتا ہوا نیچے اتر آیا۔ اور پانچ سیر ہیوں والے زینے پر چڑھنے لگا۔ جیسے ہی وہ آخری سیر گی پر پہنچا دیوار کا ایک حصہ ایک طرف ہٹ گیا اور دوسری طرف عجیب حرم کی گزگز اہٹ کی آواز سنائی دینے لگی۔ فریدی نے حمید کو اشارے سے بلایا۔ دونوں اندر داخل ہو گئے۔ یہاں بالکل تاریکی تھی۔ فریدی نے ٹارچ روشن کی اور آگے بڑھنے لگا۔

”یہ آواز کتنی ہے۔“ حمید نے پوچھا۔

”کسی مشین کی ہے۔“ فریدی نے کہا۔

”مشین...!“ حمید چونکہ کر بولا۔

”ہاں ہاں خاموشی سے چلے آؤ۔“ فریدی نے کہا۔ وہ ایک ٹنگ و تاریک راستے سے گذر رہے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک کرے کے سامنے کھڑے تھے جس کے دروازہ پر سیاہ پر دیڑا تھا اور روشنداں سے روشنی پھوٹ رہی تھی۔ دونوں پر آئیں گی دروازے سے ہٹ کر ایک کنارے کھڑے ہو گئے۔ فریدی نے روشنداں سے جھاٹک کر دیکھا۔ اندر چار آدمی ایک میز کے گرد بیٹھے شراب پی رہے تھے۔ ان میں ایک بوڑھا تھا جس کے چہرے پر کھنی اور سفید ڈالڈھی تھی۔ چاروں پوروں میں معلوم ہوتے تھے۔ فریدی نے حمید کو تریپ آنے کا اشارہ کیا۔

”دیکھا تم نے... یہ ہیں تمہارے بھوٹ... اس بوڑھے کو پہچانتے ہو... کہیں تصویر تو دیکھی ہو گی۔“

”میں نہیں پہچانتا... لیکن...!“

”تھہر و...!“ فریدی آہستہ سے بولا۔ ”اس طرف داہنے کو نے میں دیکھو۔“

حمد لڑکھڑا کر چکھے ہٹ گیا۔

"کہے یہ تو... وہی...!"

"لیکن ذر و نہیں... یہ اس وقت بالگل بے جان ہیں۔" فریدی نے کہا اور جیب سے روپ اور کال لیا۔ حمید نے بھی اپنے روپ اور کادست مغبوطی سے کپڑا لیا۔

"یہ بوڑھا جرنی کا مشہور سائنس دان ولیم ہے، جو ہتلر کی موت کے بعد پر اسرار طریقے پر عائب ہو گیا تھا... اور اب یہ یہاں اس دیرانے میں کسی نئے جہاں کن ہتھیار کا تجربہ کر رہا ہے... خیر آؤ... لیکن ہوشیداری سے۔"

فریدی پر دہ اٹھا کر کرے میں داخل ہو گیا... وہ چاروں اسے دیکھتے ہی بوکھلا کر کھڑے ہو گئے۔

"منڈڑاپ...!" فریدی گرج کر بولا۔ "اگر کوئی اپنی جگہ سے ہلا تو شوت کر دوں گا۔"

چاروں نے اپنے ہاتھ اوپر اٹھائے۔ وہ گھبرائی ہوئی نظروں سے ان دونوں سیاہ پوچھوں کو دیکھ رہے تھے....

"تم کون ہو...!" بوڑھا سائنس دان بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"تھماری مشین آندھی کے شکار دودھ بھائیوں کے بھوت۔" فریدی قہقهہ لگا کر بولا۔ "جن کی اطلاع تھماراٹھی دیڑھن سیٹ بھی نہ دے سکا۔"

بوڑھا آہستہ آہستہ دیوار کے قریب رکھی ہوئی ایک مشین کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اس مشین میں ایک شیشہ لگا ہوا تھا۔ جس میں پورا ساحل کا علاقہ صاف نظر آ رہا تھا۔ حمید متین تھا کہ آخر اس بند کمرے میں رکھی ہوئی مشین میں باہر کے مناظر کس طرح دکھائی دے رہے ہیں اور پھر چند لمحوں کے بعد سارا معمد حل ہو گیا... اسی مشین کے ذریعہ وہ ساحل پر لوگوں کی نقل و حرکت کا جائزہ لیا کرتے تھے... فریدی بوڑھے کی حرکت دیکھ رہا تھا... اس نے پستول گھما کر مشین کے شیشے پر گولی چلا دی۔ شیشہ ایک چھٹا کے کے ساتھ نٹ کیا۔... بوڑھا جنی مار کر فریدی کی طرف چھٹا... فریدی کے پستول سے پھر ایک شعلہ لکھا اور بوڑھا اچھل کر دیوار سے نکل گیا... اس کے مت سے جنہیں نکل رہی تھیں۔ اس کا ایک بیڑ زخمی ہو گیا تھا۔

"حمدان تمہوں کے ہاتھ بیڑ جکڑو...!" فریدی نے کہا۔ اور میں اس بوڑھے سے سمجھتا ہوں۔"

فریدی نے حمید کا پستول بھی اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ ایک پستول کا رخ بوڑھے کی طرف تھا

اور دوسرے کا ان تینوں آدمیوں کی طرف۔ حید نے جیب سے اپنی پتکی مضبوط سی ڈوریاں نکالیں اور کیے بعد دیگرے انہیں جکڑنے لگا۔

”کیوں ولیمن وہ رومال کہاں ہے۔“ فریدی نے بوڑھے سے کہا۔

”میں نے اسے جلا دیا۔“ ولیمن جھیج کر بولا۔

”بہت خوب! سر پر حال کی لاش کیا ہوتی۔“

”اوہ تو تمہوں جاسوس ہو۔“ ولیمن جھیج کر بولا۔

فریدی نے قہقہہ لگایا۔

”تمہارے وہ دیوبنکر بھوت بھی ہیں۔“ فریدی ایک طرف کھڑے ہوئے چار پانچ لوہے کے بھسوں کی طرف اشارہ کر کے بولا۔ ولیمن نے کوئی جواب نہ دیا۔

”کیا تم یہ جانتے تھے کہ تمہاری میشین کی شعاعیں ریشم کے لباس سے نہیں گذر سکتیں۔“

فریدی نے پوچھا۔

”ہاں لیکن میں یہ نہیں جانتا تھا کہ مشرقی سور بھی اتنے ذہین ہو سکتے ہیں۔“ ولیمن درد سے جھیج کر بولا۔

فریدی نے پھر قہقہہ لگایا۔

”خیر.... خیر.... ولیمن.... تمہارا یہ عظیم الشان کار نامہ ہمیشہ کے لئے دفن ہونے جارہا ہے.... کیا تم مجھے اپنی ان تباہ کن میشوں کے پارے میں کچھ بتاؤ گے۔“ فریدی نے کہا۔

”میشین تم نے بر باد کر دی ہے۔“ ولیمن نوٹی ہوئی میشین کی طرف اشارہ کر کے بولا۔ ”دنیا کا کوئی سائنسدان اب یہ نہ بنا سکے گا یہ کیسے بنائی گئی تھی.... بھی میشین آندھیاں پیدا کرتی تھی۔ بھی میشین ان لوہے کے آدمیوں کی آنکھ تھی۔ یہ آدمی اسی اسکیم کے تحت بنے تھے جس کے تحت جر منی کے مشہور اور خود بخود داڑنے والے بزم اور ہوا کی جہاز بنائے گئے تھے۔ ان میں ریٹیلیائی طریقوں سے قوت عمل پیدا کی جاتی تھی۔ لیکن افسوس کہ یہ اب بیکار ہو چکے ہیں.... تم.... خبیث.... سود.... تم نے میرے اس کار نامے پر خاک ڈال دی جس کے لئے میں نے ساری زندگی وقف کر دی تھی.... مجھے سہرا دے کر اس آرام کری سکے لے چلو میں تمہیں مرنے سے پہلے کچھ اور با تیں بتانا چاہتا ہوں.... مجھے یہاں سے کوئی قوت زندہ نہیں لے جاسکتی۔“

بوڑھے نے آنکھیں بند کر لیں۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اُسے غش آگیا ہو۔ وہ گرنے ہی والا تھا کہ فریدی نے آگے بڑھ کر اُسے سنبھال لیا۔.... حید جو بقیہ تینوں آدمیوں کو باندھ کر زمین پر ڈال چکا تھا.... فریدی کی مدد کے لئے آگے بڑھا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں فریدی زمین پر تھا اور اس کے دونوں پستول بوڑھے والیں کے ہاتھوں میں تھے۔

"کیوں سورما ب بتاؤ۔" بوڑھا والیں قہقهہ لگا کر بولا۔

"اچھا تو کیا تم ہمیں یہاں اکیلے سمجھتے ہو۔" فریدی مسکرا کر بولا۔ "مت بھولو کہ میرے ہی جیسے نہ جانے کتنے سیاہ پوش اس کے کپیٹ میں موجود ہیں۔ اسی لئے میں نے آتے ہی سب سے پہلے تمہاری میٹھیں برپا کر دی تھی۔.... تم اس وقت ہم دونوں کو مار سکتے ہو لیکن اس کرے سے تھوڑی ہی دور کھڑے ہوئے پچاس آدمیوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔"

"دیکھا جائے گا۔" والیں آہستہ سے بولا۔ "تم اٹھ کر میرے ساتھیوں کو فوراً آکھوں دو۔

ورہنے...!"

فریدی آہستہ سے اٹھا۔ والیں نے حید کو بھی اشارہ کیا۔ دونوں بندھے ہوئے آدمیوں کو کھولنے لگے۔ والیں دیوار کے قریب جا کر روشنداں سے جھاگٹنے لگا لیکن وہ فریدی اور حید کی طرف سے غافل نہیں تھا۔ فریدی نے چینا چاہا۔ "خبردار...!" والیں آہستہ سے بولا۔ "آخر من سے آواز نکلی تو شوٹ کر دوں گا۔" اسے باہر کھینچ کھڑے ہوئے خیالی آدمیوں کا خوف تھا۔

اس بار جیسے ہی اس نے روشنداں کی طرف منہ پھیرا۔ فریدی نے پھرتی سے ایک آدی کو اٹھا کر اس پر پھینک مارا۔ دونوں ایک ساتھ زمین پر آ رہے ہیں۔ دو فائر ہوئے۔.... اور دو چینیں کرے میں گونج انھیں۔ گرج گرتے والیں کے ہاتھوں میں دبے ہوئے دونوں پستول چل گئے۔.... فریدی اور حید ان کی طرف جھپٹئے۔.... ایک پستول کی گولی والیں کی تھوڑی چھاڑتی ہوئی سر سے نکل گئی تھی اور دوسرا اس کے ساتھی کے سینے سے پار ہو گئی تھی۔

"اوه یہ تو بہت نہ اہوا...!" فریدی بے ساختہ بولا۔ "میں اس بوڑھے کو زندہ گرفتا رکھتا چاہتا تھا۔" حید نے کوئی جواب نہ دیا۔.... والیں کے دو ساتھی زمین پر بندھے پڑے تھے۔.... وہ ان دونوں کو جیچ جیچ کر گالیاں دے رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد فریدی اور حید تہہ خانے کے دوسرے حصوں کا جائزہ لے رہے تھے۔ یہاں ان لوگوں نے اچھا خاصا کارخانہ قائم کر کھا تھا۔

ایک چوہا سا بجلی گھر بھی تھا جس کی قوت سے مشینیں چالائی جاتی تھیں۔ حمید نے لوہے کے ان قد آور آدمیوں کو قریب سے دیکھا جنہیں وہ بہوت سمجھے ہوئے تھا۔

”ایک بڑی خوفناک چیز مٹ گئی۔“ فریدی نے کہا۔ ”ورنہ کسی اگلی جنگ میں یہ لوہے کے آدمی انسانوں کے مقابلے میں استعمال کئے جاتے۔“ حمید نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس پر ابھی تک حرمت طاری تھی۔ کبھی وہ ان لوہے کے آدمیوں کی طرف دیکھتا تھا اور کبھی فریدی کی طرف۔

شائد وہ دونوں کا موازنہ کر رہا تھا کہ ان میں زیادہ خوفناک کون ہے۔ فریدی یادہ لوہے کے بھوت۔

”افسوس کہ یہ مشین برپا ہو گئی۔“ فریدی نے کہا۔ ”لیکن بہت اچھا ہوا۔ بہت اچھا ہوا۔ ورنہ کوئی اور اسے اپنے نیا اپارٹمنٹ کے لئے امن پسند دنیا کے خلاف استعمال کرتا۔ بہت اچھا ہوا۔ بہت اچھا ہوا۔“

دوسرے دن کلب اشیاطین کے علاقہ میں ایک حم غیر لگا ہوا تھا۔ پہنچ پر پولیس اور فوج کے سپاہی نظر آ رہے تھے۔ کلب اشیاطین کی خبیث رو میں وہاں سے بٹائی جادی تھیں۔ فریدی ساحل پر ایک نیبے میں مصر کے اعلیٰ حکام سے گفتگو کر رہا تھا۔ وہ انہیں شروع سے ساری لا استان سنارہ تھا۔

”اور پھر جب میں نے دیکھا کہ ریشمی چادر کے سامنے اس دیوبنگر کی ساری قوتیں بیکار ہو جاتی ہیں تو میں اس نتیجے پر پہنچ گیا کہ وہ آدمی کوئی مافق الفطرت ہستی نہیں بلکہ کسی مشین کا تاثر تھا اور اس مشین کی پیدا کردہ شعاعیں ریشم کی۔ سطح سے نہیں گلاتیں... اس کے لئے میں نے ایک دوسرا تجربہ کیا۔“

اب فریدی نے انہیں کپڑے کے قد آدم بھروسوں والے تجربے کے متعلق بتایا۔

”واقعی مسئلہ فریدی تم نے امن پسند دنیا پر ایک احسان عظیم کیا ہے۔“ قاہروہ کا پولیس کمشز بولا۔ ”مجھے اب افسوس ہو رہا ہے کہ میں نے تمہارے مشورے پر عمل کیوں نہیں کیا تھا۔“

”خود میں بھی شر مند ہوں۔“

”خیر جو کچھ بھی ہو انھیک ہوں۔“ فریدی نے کہا۔ ”میرا مقدمہ حل ہو گیا۔“

”اُف میرے خدا۔“ ایک آفسر بولا۔ ”ہم لوگ بھی سختے حق تھے کہ ان جاہ کن آئندھیوں کو سائکلوں سمجھتے رہے اور عموم کی خبیث رو روح کا کارنامہ۔“

اسی دن اخباروں کے غیر معمولی شمارے دھڑادھڑ فروخت ہو رہے تھے۔۔۔ ان میں کلب اشیاطین کی وارداتوں کے متعلق خبریں شائع ہوئی تھیں۔ فریدی اور حمید کی کارگزاریوں کو کچھ

اور بھی زیادہ بڑھا چڑھا کر پیش کیا گیا تھا۔

اور وہ دونوں شام کو ایک گناہ سے ہوٹل میں بیٹھے کافی پر رہے تھے۔ اپنے ہوٹل سے وہ ملنے والوں کے خوف سے نکل بھاگے تھے۔ آج صبح سے آنُگراف لینے والوں کی کاپیوں پر دستخط کرتے کرتے ان کے ہاتھ دکھنے لگے تھے۔ اخباروں کے نامہ نگاروں نے الگ بھل کر رکھا تھا اور پھر انہوں نے جان پچانے کے لئے رہائشی ہوٹل سے بہت جاناہی مناسب سمجھا۔

”حمد! ایک چیز مجھے ہمیشہ الجھن میں ڈالے رہے گی۔“ فریدی نے کہا۔

”وہ کیا....؟“

”کلب اشیا لین...!“ فریدی آہستہ سے بولا۔ ”آخر دلین اس کے راز سے کیسے واقف ہو گیا۔ جب کہ یہاں کے باشندے بھی اس کے متعلق کچھ نہیں جانتے اور نہ کسی تاریخی کتاب ہی سے اس کے وجود پر روشنی پڑتی ہے۔۔۔ اور یہ تو تم نے دیکھ ہی لیا کہ وہ آج کی کار گیری نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے کہ یہ اہرام اور ابوابوں سے بھی پہلے کی چیز ہو۔ معلوم نہیں کہ یہ جگہ میں اس کے اندر کس طرح پہنچ گئے۔ دلین کے ساتھیوں سے معلوم ہوا کہ دلین ہی نے اس کا پتہ لگایا تھا لیکن وہ بھی نہیں بتا سکے کہ اس کا حال کیسے معلوم ہوا تھا۔“ حمید نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ خاموشی سے کافی پی رہا تھا۔ تھوڑی در بعد بولا۔

”خبر یہ سب سوچنے کے لئے زندگی پڑی ہے۔ یہ بتائیے کہ اب کیا پروگرام ہے۔“

”میں اب کچھ آرام کرنا چاہتا ہوں۔ کیا ہمارا محلہ اس خطرناک مہم کے بعد ہمیں سالی دو سال کی چھٹی بھی نہ دے گا۔ میں تمہیں سیاحت کے بھانے لایا تھا۔ لہذا سیاحت ہو گی۔ اپنی رپورٹ اور چھٹی کی درخواست جلد ہی سفارت خانے کے پرداز کے ہم پورپ کی طرف روانہ ہو جائیں گے اور پھر واپس پر تہاری شادی کیا سمجھے۔“

”اور اپنے متعلق کیا کہتے ہیں۔“ حمید نے کہا۔

”کیا ایک دوست کی بیوی میرے لئے کافی نہ ہو گی۔“ فریدی مسکرا لاد۔ ”کافی ہاں۔۔۔ کافی۔۔۔ یوائے کافی اور لا او۔“ حمید چیز کر بولا اور دانت نکال کر فریدی کی طرف دیکھنے لگا۔

# ختم شد